جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

شعبان، رمضان، شوال ۱۴۳۴ھ / جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۱۳ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط و کتابت کیلئے : دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048–6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی **پرنٹر:** جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر : جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ : رسالہ سے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-6769897

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

گزشتہ کئی دنوں سے عارف باللہ حضرت حکیم محمداختر صاحب کی علالت کی خبریں بڑی تیزی سے پہنچ رہی تھیں، اوریوں محسوس ہورہاتھا کہ سلسلہ اشرفیہ کا یہ چراغ بھی اب بجھنے کو ہے چنانچہ احقرناکارہ ۲۲/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ کوایک دینی پروگرام میں شرکت کے لیے سرگودھا حاضر ہواتو مغرب کے بعدمدرسہ مدینۃ العلوم میں یہ روح فرساں خبرسنی کہ حضرت حکیم صاحب ابھی کچھ دیرقبل کراچی میں انتقال کرگئے ہیں، اناللہ وانااليه راجعون ان لله مااخذوله مااعطیٰ وکل عنده باجل مسمیٰ۔

اس دارفانی میں جوآیاہے وہ جانے کے لیے ہی آیاہے ،آمدورفت کا یہ سلسلہ ابتداءآفرینش سے جاری ہے اورقیامت تک یونہی جاری رہے گا، پیدائش اور موت کوئی نئی چیزنہیں ہے بلکہ پیدائش کاانجام موت ہی ہے ۔ کماقیل

ع سبیل الموت غایۃ کل حی

اور لدوا للموت وابنوا للخراب

لیکن جن خوش قسمت حضرات کی زندگی خداتعالیٰ کی یاداوراس کے ذکروفکراور معرفت سے ہی عبارت ہواورجن کا مقصدحیات ہی

ع تیرے عاشقوں میں جیناتیرے عاشقوں میں مرنا

ہواورپھرجن کے انفاس قدسیہ سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے نفوس کی اصلاح اورہدایت وابستہ ہوان کی رحلت سے متعلقین واحباب کے قلوب

کا پژمردہ ہونا بلکہ ان کے دل کی دنیا کا تاریک ہوجانا اپنی جگہ پر ایک حقیقت ثابتہ ہے ایسے باخدا اور عارفین کا دنیا سے رحلت فرمانا اگرچہ خود ان کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث ہے بلکہ وہ تو اس دن کے انتظار میں رہتے ہیں اور جب وہ ساعت سعید آجاتی ہے ان کے لیے عید بن جاتی ہے، کماقال العارف الجامی رحمہ اللہ تعالیٰ ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
راحت جاں طلبم و پئے جاناں بروم

سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی الدنیا سجن المؤمن کے مطابق اہل اللہ اس سرائے فانی کو قید خانہ سمجھتے ہیں اس لیے یہاں سے کوچ کے وقت ان کی خوشی اور فرحت حقیقی ہے کیونکہ ان کی نگاہ حال پر نہیں بلکہ مآل پر رہتی ہے۔ بہرحال یہ دن ان کے لیے وصال محبوب کا دن خوشی اور عرس کا دن ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایسے پاکباز حضرات کی رحلت سے پسماندگان ان کی ظاہری برکات اور دیدار سے محروم ہوجاتے ہیں اس لیے انہیں یہ جدائی ازحد شاق ہوتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ

ع ولی را ولی می شناسد

تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرتبہ اور مقام کو بھی وہی پہچان سکتا ہے جو اس میدان کا فارس ہے احقر ناکارہ کو تو اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی اس لیے وہ ان حضرات کو پہچاننے کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے لیکن یہ حقیقت کسی بھی ذی عقل اور صاحب علم سے مخفی نہیں کہ ایسے باکمال حضرات مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماویں اور بعد والوں کو ان کے فیوض و برکات سے محروم نہ فرماویں، آمین۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات اور سوانح پر یقیناً مستقل لکھا جائے گا،

یہاں ہم نہایت اختصار سے آپ کے بعض حالات درج کررہے ہیں جوآپ کے خلیفہ اجل فنافی الشیخ حضرت عشرت جمیل میرؔصاحب مدظلہم کے تحریرفرمودہ مضمون سے ماخوذ ہیں، تفصیل کے لیے قارئین مستقل سوانح کاانتظار فرمائیں۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان کے صوبہ یوپی میں ضلع پرتاب گڑھ کی ایک بستی میں تقریباً۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے ،آپ اپنے والدماجد جناب محمد حسین صاحب مرحوم کے اکلوتے بیٹے تھے، ابتدائی تعلیم کے بعدوالدگرامی نے الٰہ آباد طبیہ کالج میں داخل کرادیاجہاں آپ نے باقاعدہ طب یونانی کی تعلیم حاصل کی، لیکن حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادگرامی ؎

چندخوانی حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں راھم بخواں

کے بموجب بچپن سے ہی آپ کوحق تعالیٰ کی محبت بے چین کیے ہوئے تھی اورآپ یادالٰہی میں راتوں کواٹھ کرمسجدوں اورجنگلوں میں جاکرعبادت کرتے اورحق تعالیٰ کی یادمیں رویاکرتے تھے۔

حضرت حکیم الامت مجددالملت مولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وعظ راحت القلوب کوپڑھ کرسلسلہ عالیہ اشرفیہ سے ایسی مناسبت ہوئی کہ حضرت اقدس تھانوی کی خدمت عالیہ میں بیعت کے لیے عریضہ لکھ دیالیکن چونکہ ان دنوں حضرت حکیم الامت علیل تھے اس لیے جواب آیاکہ حضرت کے خلفاء میں سے کسی مصلح کا انتخاب کرلیاجائے اورپھرکچھ عرصہ بعدحضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ انتقال فرماگئے جس کاآپ کوبے حدصدمہ ہوا۔

آپ کوسراپادردوعشق اورسوختہ جاں مصلح ومرشدکی تلاش تھی چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت شاہ محمداحمدپرتاب گڑھی کی صورت میں مرشدکامل عطافرمادیا،جن سے آپ

نے بھرپور استفادہ کیا پھر آپ کو حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ اعظم حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی کی طرف سے مناسبت اور زبردست کشش محسوس ہوئی اور آپ پھولپوران کی خدمت میں والہانہ اور مضطربانہ انداز میں حاضر ہوئے اور پھر انہی کے ہوکر رہ گئے اور سترہ سال تک ان کی خدمت کی آپ کو حضرت پھولپوری کی بھرپور شفقتیں عنایتیں حاصل ہوئیں۔ ادھر آپ نے بھی حضرت شیخ کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت شاہ ابرارالحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دامن عقیدت سے وابستگی نصیب ہوئی، حضرت شیخ نے دو سال بعد خلافت سے سرفراز فرمایا اور تاحیات سرپرستی فرماتے رہے۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم آباد کراچی تشریف لے آئے تھے، پہلے آپ یہیں مقیم رہے پھر جب خانقاہ امدادیہ کے نام سے گلشن اقبال کراچی میں حضرت شیخ کے حکم سے سلسلہ اصلاح وتربیت قائم ہوا تو آپ گلشن اقبال منتقل ہوگئے، اور یہاں مدرسہ اشرف المدارس اور مسجد اشرف تعمیر کی، اسی خانقاہ کی ایک شاخ سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی میں بھی قائم کی گئی ہے جہاں ایک وسیع مسجد اور جامعہ اشرف المدارس کے نام سے ایک عظیم دینی ادارہ بھی قائم ہے۔ آپ جب سے پاکستان تشریف لائے آپ کا مستقل قیام کراچی ہی میں رہا لیکن سفرواسفار کا سلسلہ نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے بھی کئی ممالک کے تبلیغی اسفار فرمائے، اور اپنے روح پرور ایمان افروز اصلاحی بیانات سے دنیا کو مستفید فرمایا اسی لیے آپ کے خدام کا حلقہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے، زندگی کے آخری تیرہ سال اگرچہ بیماری میں گزرے لیکن یہ پورا عرصہ بھی آپ نے تسلیم ورضا کے ساتھ گزارا اور جہاں تک ممکن ہوا اپنے خدام کو فیض یاب فرماتے رہے، تصنیف وتالیف میں مثنوی مولانا روم کی شرح

معارف مثنوی، معارف شمس تبریز، دنیاکی حقیقت رسول ﷺ کی نظر میں، اور دوصد کے قریب اصلاحی مواعظ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئے، اردو کے علاوہ مختلف زبانوں میں ان کے تراجم بھی دنیا بھر میں شائع ہو رہے ہیں۔ ان کے فیوضات عالیہ کی شایان شان نشرواشاعت اور اپنے شیخ مکرم کے ملفوظات کو نہایت آب وتاب کے ساتھ عام کرنے میں ان کے خلیفہ خاص مخدوم ومکرم جناب ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب دامت برکاتہم کے کارنامے سرفہرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے شیخ سے بھرپور عقیدت ومحبت عطافرمائی ہے، وہ ہروقت اسی دھن میں لگے رہتے ہیں، انہیں دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ جملہ جاری ہوجاتا ہے: ضاعف الله به كل زمان عطشاً۔

اور ساتھ ہی یہ شعر بھی ؎

جزاك الله في الدارين خيرا حماك الله عن شر النوائب

احقر کو بفضلہ تعالیٰ بچپن سے ہی اکابر کی خدمت میں حاضری اور ان کی کتب کے پڑھنے کا شوق تھا اسی جذبہ کے تحت حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب معارف مثنوی، روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، معارف شمس تبریز، تزکیہ نفس کو بڑے شوق سے پڑھا۔ احقر نے فارسی زبان بری محنت لگن اور شوق سے پڑھی تھی اس لیے معارف مثنوی اور معارف شمس تبریز کو بڑے شوق سے پڑھا اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کا ایک تأثر دل پر قائم ہوگیا اور دل میں زیارت کا جذبہ موجزن ہونے لگا۔ ایک مرتبہ غالباً ۱۹۷۷ء میں احقر نے کراچی آپ کی بعض کتب کے حصول کے لیے خط لکھا تو جواب ملا کہ میں کراچی سے ملتان جارہاہوں راستہ میں ساہی وال کچھ دیر ٹرین رکے گی، فلاں بوگی میں ملاقات ہوسکتی ہے، مطلوبہ کتب بھی میرے ہمراہ ہوں گی۔ خط ملتے ہی

دل کی عجیب کیفیت ہوگئی لیکن یہ قصبہ ساہی وال نہ تھا بلکہ ضلع ساہی وال تھا اس لیے احقر اس وقت زیارت سے محروم رہا لیکن حضرت کی شفقت وعنایت کا ایک خاص نقش دل پر قائم ہوگیا تا آنکہ ٦/ صفر ١٣٩٩ھ ٦/ جنوری ١٩٧٩ء جمعۃ المبارک کے روز جامعہ اشرفیہ لاہور میں صیانۃ المسلمین کے دفتر کا افتتاح تھا اس میں حضرت شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے ،حضرت حکیم صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے غالباً وہاں پہلی مرتبہ آپ کی زیارت ہوئی ۔

ربیع الثانی ١٣٩٩ھ مارچ ١٩٧٩ء میں برادرم جناب حافظ محمد اکبر شاہ بخاری زید مجد ہم نے اپنے ہاں جام پور میں مجلس صیانۃ المسلمین کا سالانہ اجتماع رکھا جس میں دیگر علماء کرام اور مشائخ کے علاوہ حضرت حکیم صاحب بھی شامل تھے ،احقر ناکارہ بھی حضرت اقدس والدصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ جام پور حاضر ہوا اور وہاں حضرت حکیم صاحب کی دوسری بار ملاقات وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ کے مواعظ حسنہ سے استفادہ کا موقع بھی ملا، وعظ کیا تھا جام پور میں حق تعالیٰ کی محبت ومعرفت کے جام پر جام پلائے جارہے تھے اور تاثیر کا یہ عالم کہ از دل خیزد بر دل ریزد کا پورا پورا مصداق۔

فجر کی نماز کے بعد جامع مسجد محمدی میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے درس قرآن دیا جو عجیب وغریب معارف اور علوم کا جامع تھا۔ حضرت مولانا عبدالحی جام پوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس درس سے بہت متاثر ہوئے ،حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس درس کی جامعیت اور افادیت کا بطور خاص ذکر فرمایا اور ناشتہ کے موقع پر اپنے تأثرات کے اظہار کے ساتھ یہ شعر بھی سنایا ؎

عجب جامع الاضداد ہیں ترے بندے
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

فرمانے لگے کہ درس سن کر میرے ذہن میں جو تأثرات پیدا ہوئے ناشتہ کے وقت یہ شعرانہی تاثرات کی عکاسی کے لیے خود بخود موزوں ہوگیااور پھریہ شعراپنے قلم سے لکھ کراحقر کو عنایت فرمایا۔

شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ میں مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان لاہور نے مجلس کا پہلا سالانہ اجتماع جامعہ اشرفیہ میں منعقد کیاجس میں اکابر علماء کرام ومشائخ نے شرکت فرمائی اور کئی سال تک مسلسل یہ اجتماع بڑی آب وتاب سے ہوتارہا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہاں بارہامجالس سننے اورمواعظ میں حاضری کاموقع ملا،آپ کے بیانات یقیناً اجتماع کی روح اورجان ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ برادرمرحوم جناب مولاناسید عبدالصبور ترمذی لاہور سے حضرت شیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم اورحضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کوساہی وال بھی لے آئے ،یہاں ان حضرات نے ایک رات اوردن قیام فرمایارات کوجامع مسجد حقانیہ میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کابڑاموثراوراصلاحی بیان ہوا۔اگلے روز ہمارے گھرپرخواتین میں بھی آپ نے بڑااصلاحی بیان فرمایا۔

احقرپہلی مرتبہ حضرت والدمحترم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ فروری ۱۹۸۶ء میں جب کراچی دارالعلوم حاضرہوااورتقریباًدوہفتہ وہاں قیام رہااس دوران گلشن اقبال میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی حاضری ہوئی ،یہ ۲۵/فروری ۱۹۸۶ء بمطابق ۱۵/جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ کی بات ہے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضرت والدصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے قدیم تعلقات تھے اس لیے بڑے پرتپاک اندازمیں پیش آئے اور خوب تواضع فرمائی ایک مرتبہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہورمیں حضرت مولانامشرف علی تھانوی مدظلہم کے ہاں بھی حضرت حکیم صاحب کی مجلس میں حاضری

کا اتفاق ہوا، یہ مجلس بڑی پر مغز اور علمی تھی اس میں حضرت حکیم صاحب نے بعض مسائل کی تحقیق بھی حضرت والد صاحب سے فرمائی، اور خود بھی کتب فقہ کی طرف مراجعت فرماتے رہے، احقر کو اس وقت معلوم ہوا کہ عربی کتب پر بھی آپ کو خاصا عبور حاصل ہے۔

۲۰۰۰ء سے آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اس وقت سے تیرہ سال کے طویل عرصہ تک آپ مسلسل بیمار رہے لیکن علم وعرفان کی بارش کا سلسلہ پیہم جاری رہا بلکہ اس دوران دوسری دنیا کے سفر بھی کیے، اندرون ملک اسفار میں لاہور کی تشریف آوری بھی ہوتی رہی ایک مرتبہ احقر بھی یادگار خانقاہ اشرفیہ چڑیا گھر حاضر ہوا اس وقت آپ بیان سے قاصر تھے اس لیے فقط زیارت اور مصافحہ پر اکتفا کیا۔

مجلس صیانۃ المسلمین کراچی نے جب بھی جیکب لائن جامع مسجد تھانوی میں اجتماع رکھا، احقر بھی اس میں حاضر ہوا ایک مرتبہ حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی مدظلہ کے ہمراہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ملنے گلشن اقبال حاضری ہوئی، حضرت نے خصوصی عنایت فرمائی اور بڑا ہی وقت دیا، احقر نے دوران مصافحہ ساہی وال میں آپ کی تشریف آوری اور حضرت والد ماجد نیز حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق کے علاوہ بعض اور واقعات بھی جلدی جلدی عرض کر دیے، حضرت اس پر بڑے محظوظ ہوئے اور بڑی ہی مسرت کے اظہار کے ساتھ فرمایا کہ ماشاء اللہ آپ کو سب کچھ یاد ہے، آپ نے پرانی باتیں یاد دلا کر بڑا مسرور کیا۔ اسی ملاقات میں جب جامعہ حقانیہ کے متعلق احقر نے کچھ حالات بتلا کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے دعا کے ساتھ یہ قیمتی ہدایت بھی فرمائی کہ کام تدریجی طور پر کیا جائے، اس میں سہولت رہتی ہے ورنہ خواہ مخواہ پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

کئی سال ہوئے کہ حضرت کے خلیفہ خاص جناب حضرت محمد جمیل عشرت دامت برکاتہم نے فون پر فرمایا کہ دو مسئلوں کی تحقیق کر کے بھیج دیں، حضرت والا نے حکم دیا ہے۔

مسلمان کی حرمت و عظمت کو حضرت نبی پاک ﷺ نے بیت اللہ سے زیادہ قرار دیا۔ اس کا حوالہ درکار ہے۔

یہ کہ نبی پاک ﷺ کے جسد اطہر کا جو حصہ مٹی کو مس کیے ہوئے ہے اس مٹی کا مقام بیت اللہ بلکہ عرش معلیٰ سے زیادہ ہے۔ اس کا ماخذ مطلوب ہے۔

ان دونوں کی تحقیق لکھ کر حسب الحکم احقر نے حضرت میر صاحب کو کراچی ارسال کردی، انہوں نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو سنائیں تو اس پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور احقر کو دعائیں دیں، اپنی خوشی کے اظہار کے لیے احقر کو فون کروایا جس سے احقر کو اطمینان اور خوشی ہوئی۔ ان دنوں احقر کے ماموں جناب سید شمشاد حسین مرحوم بھی جھنگ سے ساہی وال آئے ہوئے تھے، انہیں بھی اس سے بہت خوشی ہوئی، انہوں نے اپنے خرچ پر احقر کا جواب ارجنٹ بھجوادیا تاکہ جلدی پہنچ جائے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پرانے تعلقات تھے، دراصل جب حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ کا سانحہ ارتحال پیش آیا جو حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرشد اور شیخ تھے، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ سے اصلاحی تعلق حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے قائم کیا، حضرت پھولپوری نے بیعت بھی فرمایا اور باقاعدہ اصلاح بھی فرمائی، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کراچی میں کچھ عرصہ آپ کے ہاں قیام بھی فرمایا، بعد میں خط و کتابت کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رکھا۔ اکثر جوابات حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے

قلم سے ہوتے تھے ، اس طرح حضرت حکیم صاحب سے بھی خاص تعلق قائم ہوا۔

حضرت والدماجد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میرے کراچی میں قیام کے زمانہ میں حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''معرفت الٰہیہ پر''کام ہورہاتھااس کی تصحیح اور تخریج کی خدمت کا بھی موقع ملا، یہ حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نشاندہی کی وجہ سے ہوا۔ حضرت پھولپوری کا رسالہ ''اصول الوصول''،طبع ہواتواس میں بطور ضمیمہ کے حضرت والدصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض اصلاحی خطوط بھی شامل کیے گئے ہیں۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے خواجہ تاشی کے اس تعلق کی وجہ سے دونوں حضرات میں خوب تعلق تھا۔ حضرت والدصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب کی اپنے شیخ سے مناسبت اوران کی برکت سے تمام شبہات کے حل کی استعدادوقابلیت کی خوب تعریف فرماتے تھے ،چنانچہ '' معرفت الٰہیہ '' کی ایک عبارت جولاعلم لنا کی توجیہ سے متعلق ہے اس پرحضرت حکیم صاحب کی لاہورمیں حضرت والدگرامی رحمہ اللہ تعالیٰ سے زبانی گفتگوہوئی ،حضرت والدگرامی نے ''معرفت الٰہیہ ''میں کی گئی توجیہ کے مقابلہ میں مفسرین سے منقول دوسری توجیہ کوراجح قراردیاتھا،حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں جوتوجیہ فرمائی اس سے ''معرفت الٰہیہ ''میں کی گئی توجیہ کا اس مقام کے مناسب ہوناواضح ہوا۔ حضرت والدصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ وجہ کوپسندفرمایااوراپنے پسندیدگی کے اظہارکے لیے انہیں ایک گرامی نامہ بھی تحریرفرمایا،جس میں اصل مسئلہ کی بھی پوری تفصیل آگئی ہے ، اس لیے مناسب معلوم ہوتاہے کہ وہ گرامی نامہ قارئین کے استفادہ کے لیے ذیل میں نقل کردیاجائے :

بخدمت جناب حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم (کراچی)

''معرفت الٰہیہ'' کے ص ۲۶۴ پر ماذا اجبتم کے جواب میں انبیاء علیہم السلام کے لاعلم لنا فرمانے کی توجیہ جو کی گئی ہے کہ عظمت وقہاریت کی شان کے مشاہدہ سے انبیاء علیہم السلام کے بھی ہوش اس وقت بجا نہ رہیں گے ، غلبۂ ہیبت حق سے امت کی طرف سے دیے ہوئے جوابات یاد نہ آسکیں گے الخ۔

اس کے متعلق میں نے لاہور کی حاضری میں عرض کیا تھا کہ اس توجیہ کے بالمقابل دوسری توجیہ کو اہل تفاسیر نے پسند کیا ہے کہ یہ نفی علم باعتبار باطن کے ہے ، حاصل جواب انبیاء علیہم السلام یہ ہے کہ ہم کو امتیوں کے صرف ظاہر احوال کا علم ہے ، ان کے باطن حال کو اے اللہ تعالیٰ آپ ہی جانتے ہیں ، ہم کو اس کا علم نہیں کیونکہ آپ ہی غیب کے جاننے والے ہیں ، لاعلم لنا کی تعلیل میں انّك انت علاّم الغیوب فرمانا اسی توجیہ کے مناسب معلوم ہوتا ہے ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی تفسیر '' بیان القرآن '' میں اس آخری توجیہ کو ہی اختیار فرمایا ہے اور علامہ خازن نے توجیہ اوّل کو نقل کر کے اس پر لایحزنھم الفزع الاکبر سے تصادم کا اشکال فرمایا ہے۔

میری عرض کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ :

'' کتاب معرفت الٰہیہ حصہ ثانی کا مقصد عظمت شان حق کے آثار کا بیان ہے ، یہ کوئی علمی کتاب نہیں ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان علمی کے مطابق تفسیر میں دوسری توجیہ کو اختیار فرمایا ہے کیونکہ بیان القرآن کے مقصد تفسیری کے وہ زیادہ مناسب ہے اور معرفت الٰہیہ کے مقصد کے مناسب توجیہ اوّل ہے اس لئے اس کتاب میں توجیہ اوّل کو اختیار کیا گیا ہے کہ اس میں عظمت وہیبت حق کے

اثر کا بیان ہے اور بعض مفسرین نے اس توجیہ کو نقل بھی فرمایا ہے''۔

شاید میں آپ کے جواب کو پوری طرح ضبط کرسکا ہوں یا نہیں مگر بحمداللہ مجھے اس جواب سے تسلی ہوگئی اور بڑی خوشی اس بات پر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ببرکت صحبت حضرت والادامت برکاتہم شبہات واشکالات کے حل کرنے کی قابلیت ولیاقت اور خوب استعداد عطاکی ہے، اللہ تعالیٰ اس میں مزید ترقی اور استحکام عطا فرمائیں۔

اس ہیچمدان کا اشکال توحل ہوااوراس توجیہ کے اختیارکرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی لیکن خیال آتا ہے کہ اگراس مقام پرحاشیہ وغیرہ کی شکل میں اس قسم کی کوئی عبارت تحریرکردی جائے تودوسرے حضرات کیلئے بھی دافع اشکال ہوگی ، شاید کسی اور کوبھی یہ اشکال پیش آئے ، مثلاً عبارت یہ ہو کہ :

''آیت ہٰذاکی یہ تقریر منجملہ توجیہات منقولہ محتملہ کے ایک توجیہ پرکی گئی ہے اور یہ توجیہ چونکہ مقصودمقام کے مناسب اورمطابق تھی اس لئے اس جگہ اس کااختیارکرنامناسب تھااگرچہ تحقیقی اور علمی طورپردوسری توجیہات منقولہ تفاسیراس توجیہ کے مقابلہ میں راجح اورقوی ہیں''۔

مفسرین نے چونکہ دوسری توجیہ کوپسندیدہ قراردیاہے جواگرچہ معرفت الٰہیہ کے مقام کے مطابق نہیں ہے اس لیے حضرت والدماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعین کے ساتھ اصل حاشیہ میں اس کے اختیارکرنے کی وجہ ذکرکرنے کاصائب مشورہ تحریرفرمادیا تاکہ کسی کواشکال نہ ہو، وھٰذا احسن التطبیق وحبذا التوفیق۔

حضرت اقدس شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات میں حضرت اقدس مولانارشیداحمدگنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے درج ہے کہ :

''سورج کی ٹکیہ نکلنے کے بعد سے ہی اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے''۔

یہ چونکہ خلاف واقعہ اور خلاف تحقیق ہے اس لیے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے انہیں تحریر فرمایا:

وقت اشراق کی تحقیق

''دوسری گزارش یہ تھی کہ ملفوظات (حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ) میں ہے کہ حضرت گنگوہی کی تحقیق ہے کہ سورج کی ٹکیہ نکلنے کے بعد سے ہی اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے، لیکن ''تذکرۃ الرشید'' میں ص ۱۹۱ پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب منقول ہے کہ اشراق کا وقت بلندی یک نیزہ سے شروع ہوکر ایک ربع دن تک رہتا ہے الخ، نیز علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ینبغی تصحیح ما نقلوہ عن الاصل للامام محمد من انّہ ما لم ترتفع الشّمس قدر رمح فھی فی حکم الطّلوع لانّ اصحاب المتون مشوا علیہ فی صلٰوۃ العید حیث جعلوا اوّل وقتھا من الارتفاع (ج ۱ ص ۲۵۹) امید ہے کہ رائے عالی سے مطلع فرماکر ممنون فرمائیں گے۔ ۲/ صفر ۱۳۸۳ھ

احقر نے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد ان کی ایک مبسوط و مفصل ایک ہزار صفحات پر مشتمل سوانح بنام ''حیات ترمذی''، تحریر کی جو محرم الحرام ۱۴۲۴ھ میں شائع ہوئی، اس میں حضرات علماء کرام و مشائخ عظام سے بھی حضرت پر مضامین لکھوائے گئے تھے، حضرت حکیم صاحب سے بھی احقر نے بذریعہ خط لکھنے کی درخواست کی چونکہ ان دنوں آپ علیل تھے اس لیے کوئی تفصیلی تحریر یا مقالہ ان کے لیے لکھنا ممکن نہ تھا تاہم مختصر تحریر لکھوا کر حضرت نے احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی اس میں آپ نے حضرت سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھوایا:

''حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب میرے خاص دوستوں میں تھے، ان کا علم بہت وسیع اور عمیق تھا ان کے والد صاحب حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے، حضرت مفتی صاحب حضرت تھانوی سے بیعت تھے۔۔۔اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اوران کی دینی خدمات کو قیامت تک صدقہ جاریہ بنائے، آمین''۔ (حیات ترمذی ص ۶۰۰)

حضرت حکیم صاحب ایک منجھے ہوئے شاعر بھی تھے ان کا کلام '' فیضان محبت'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے، بلکہ اس کی شرح بھی چھپ چکی ہے ان کے کلام میں حق تعالیٰ سے عشق و محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اوریہی کچھ وہ دوسروں میں بھی بھرنا چاہتے ہیں، ان کا عارفانہ کلام سارا ہی عجیب وغریب ہے لیکن درج ذیل اشعار پورے دیوان کی جان معلوم ہوتے ہیں۔ احقرناکارہ کو بھی بدذوق ہونے کے باوجود یہ اشعار بے حد پسند ہیں، اس لیے آخر میں ہدیۂ قارئین ہیں ؎

رنگ لائیں گی کب میری آہیں پھر مدینہ کی جانب کو جائیں
جب نظر آئے وہ سبز گنبد کہہ کے صل علیٰ جھوم جائیں
جب حضوری کا عالم عطا ہو ان کو افسانۂ غم سنائیں
اب نہ جانا ہو گھر ہم کو واپس چپکے چپکے یہ مانگیں دعائیں
تیرے در پر مرا سر ہو یارب جان اس طرح تجھ پر لٹائیں
مجھ کو اپنا بنالو کرم سے ملتزم پر یہ مانگیں دعائیں
دونوں عالم کی کیا ہے حقیقت جتنے عالم ہو ں تجھ پر لٹائیں
سارے عالم میں پھر پھر کے یارب تیرا درد محبت سنائیں

تیرا درد محبت سنا کر سارے عالم کو مجنوں بنائیں
سارے عالم کو مجنوں بنا کر میرے مولیٰ ترے گیت گائیں
لذت قرب پاکر تری ہم لذت دوجہاں بھول جائیں

دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اختر
اہل درد محبت کو پائیں

بحمدہ تعالیٰ و بفضلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب سے اصلاح وارشاد، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن، روحانی امراض کی اصلاح، خاص طور پر بدنگاہی سے حفاظت کی تدابیر واصلاح کا بہت کام لیا۔ ہمارے شیخ حضرت نواب قیصر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کو ''غض بصر'' کا مجدد فرمایا کرتے تھے بہرحال اب ان کے ہزاروں متوسلین، خلفاء کرام، خانقاہ اور مدرسہ اشرف المدارس ان کی بہترین یادگار ہیں۔ ساتھ ہی ان کے خلف الرشید حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم ان کے لیے سب سے بہتر صدقہ جاریہ ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں صحیح معنیٰ میں آپ کے مشن کو آگے بڑھانے اور صحت وعافیت سے مزید کارہائے نمایاں انجام دینے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائیں، اور ہر نیک کام میں ان کی مدد ونصرت فرمائیں، آمین۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
۱۶ / شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

بعض منافقانہ اعمال وعادات

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر (رواه البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار عادتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ چاروں جمع ہوجائیں تو وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہوتو اس کا حال یہ ہے کہ اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے اور وہ اسی حال میں رہے گا جب تک کہ اس عادت کو چھوڑ نہ دے۔ وہ چار عادتیں یہ ہیں کہ جب اس کو کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے، اور جب باتیں کرے تو جھوٹ بولے، اور جب معاہدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، اور جب کسی سے جھگڑا اور اختلاف ہو تو بدزبانی کرے۔

حقیقی اور اصلی نفاق انسان کی جس بدترین حالت کا نام ہے وہ تو یہ ہے کہ آدمی نے دل سے تو اسلام کو قبول کیا نہ ہو بلکہ دل سے اس کا منکر اور مخالف ہو لیکن کسی وجہ سے وہ اپنے کو مومن و مسلم ظاہر کرتا ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عبداللہ بن ابی وغیرہ مشہور منافقین کا حال تھا۔ یہ نفاق دراصل بدترین اور ذلیل ترین قسم کا کفر ہے، اور انہی منافقین کے بارہ میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ :

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ ضرور بالضرور یہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ڈالے جائیں گے۔

لیکن بعض بری عادتیں اور بد خصلتیں بھی ایسی ہیں کہ جن کو ان منافقین سے خاص نسبت اور مناسبت ہے اور وہ دراصل ان ہی کی عادتیں اور خصلتیں ہیں اور کسی صاحب ایمان میں ان کی پرچھائیں بھی نہیں ہونی چاہی۔ پس اگر بد قسمتی سے کسی مسلمان میں ان میں سے کوئی عادت ہوتو یہ سمجھا جائے گا کہ اس میں یہ منافقانہ عادت ہے، اور اگر کسی میں بدبختی سے منافقوں والی وہ ساری عادتیں جمع ہوجائیں تو سمجھا جائے گا کہ وہ شخص اپنی سیرت میں پورا منافق ہے۔

الغرض ایک نفاق تو ایمان و عقیدے کا نفاق ہے جو کفر کی بدترین قسم ہے لیکن اس کے علاوہ کسی شخص کی سیرت کا منافقوں والی سیرت ہونا بھی ایک قسم کا نفاق ہے، مگر وہ عقیدے کا نہیں، بلکہ سیرت اور کردار کا نفاق ہے، اور ایک مسلمان کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر و شرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست سے بچے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ منافقانہ سیرت اور منافقانہ اعمال و اخلاق کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے خصائل نفاق میں سے چار کا ذکر فرمایا ہے:

(۱) خیانت (۲) جھوٹ (۳) عہد شکنی (۴) بدزبانی۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ:

جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس میں ایک منافقانہ خصلت ہے اور جس میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہوں، وہ اپنی سیرت میں خالص منافق ہے۔ (معارف الحدیث)

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم : حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح : مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

فرمایا جبر یہ تعلیم کے سلسلہ میں مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے ایک حاکم کو گفتگو کر کے ساکت کر دیا، اس پر انہوں نے کہا کہ تقریر میں تو مجھ کو ساکت کر دیا لیکن قلم تو میرے ہاتھ میں ہے اس کا کیا تدارک کر سکو گے۔

فرمایا انسان کا کام ہر شے میں کوشش و سعی اور جدوجہد کرنا ہے ، اگر خدا نخواستہ ناکامی ہو تو صبر کرے اور عمل و کوشش کو نہ چھوڑے ، ہم نتائج اور غایات کے ترتب کے مکلف اور ذمہ دار نہیں ہیں، ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ شرعی ہدایات کے مطابق کوشش میں لگے رہیں خواہ کامیابی ہو یا ناکامی مولانا فرماتے ہیں ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

دیکھئے اگر کوئی شخص بیماری میں مایوسی کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب بھی اس کی دوا دارو نہیں چھوڑی جاتی ، سینہ میں بلکہ ناک میں دم آجاتا ہے مگر کوشش جاری رہتی ہے تیماردار اور اعزہ آرام سے نہیں بیٹھتے بس یہی حال قوم کے ساتھ بھی ہونا چاہیے کہ اس کی خیرخواہی اور ترقی کے لیے اخیر دم تک کوشش میں لگا رہنا چاہیے اور اگر کسی کو قوم سے اس قدر تعلق نہیں ہے تو وہ محب قوم نہیں کہلا سکتا۔

فرمایا ایک صاحب نے طریق باطن کی پریشانیوں سے متاثر ہو کر مثنوی شریف کی بحر میں منظوم خط مجھ کو لکھا تھا، میں نے جواب میں مثنوی ہی کا یہ شعر لکھ دیا جو سارے خط کا جواب ہو گیا ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

○ فرمایا ابھی میں نے بیان کیا کہ انسان کو کوشش و سعی میں لگا رہنا چاہیے خواہ نتیجہ مرتب ہو یا نہیں، اس پر مجھ کو ایک واقعہ یاد آیا، ۱۸۵۷ء کے مشہور ہنگامہ سے کچھ علماء علیحدہ بھی رہے تھے اور بعضے شریک بھی ہو گئے گو انجام کاران کو ناکامی ہوئی اس کے متعلق نانوتہ کے ایک شیعی مجتہد نے مولانا مظفر حسین صاحب پر طعن کیا کہ بھلا اس شورش سے کیا فائدہ ہوا، مولانا نے جواب میں سودا کا یہ قطعہ پڑھا ؎

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

ہمارے حاجی صاحب سے بھی کسی نے اسی قسم کا اعتراض کیا تھا تو حسب ذیل جواب عنایت فرمایا تھا، یہ جواب صوفیانہ ہے ؎

سحر بلبل حکایت باصبا کرد کہ عشق گل بما دیدی چہا کرد
غلام ہمت آن نازنینم کہ کار خیر بے روی وریا کرد
من از بیگانگاں ہرگز نالم کہ بامن آنچہ کرد آں آشنا کرد

فرمایا میں نامناسب حرکت و سکون اور غیر موزوں افعال واقوال پر روک ٹوک کرتا ہوں ۔ خصوص جن باتوں سے کسی کو تکلیف ہو ان پر دار گیر کرتا ہوں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو میرے طرز عمل سے تعجب ہوتا ہے کیونکہ نہ ان کو وہ اعمال ناموزوں معلوم ہوتے ہیں اور نہ وہ ایسے امور سے کچھ تکلیف محسوس کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جن کا ادراک باطل یا ضعیف اور احساس مجروح کمزور ہوتا ہے وہ ناشائستہ حرکات سے بہت کم متاثر ہوتے ہیں ،مگر ایسے لوگوں سے دوسروں کو بہت اذیت ہوتی ہے۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

ماہِ مقدس اور ہماری ذمہ داریاں

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ رمضان المبارک کا مقدس ومبارک مہینہ ہمارے سروں پرجلوہ فگن ہے شعبان المعظم کے آخری روز حضور اکرم ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے وہ کتب حدیث میں تفصیلاً موجود ہے اس میں آپ ﷺ کے ارشاد گرامی قد اظلکم شھر عظیم (تم پر ایک عظیم برکت والے مہینہ نے سایہ ڈالا ہے) سے واضح ہے کہ یہ نہایت بابرکت اور عظمت والا مہینہ ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے اس مبارک خطبہ سے جہاں اس ماہِ مقدس کی عظمت و برکت معلوم ہوری ہے وہیں اس میں مسلمانوں پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا بھی پتہ چل رہا ہے۔

مادیت میں گھرے انسان کو اس کی انتہائی ضرورت تھی کہ اس کا رشتہ اپنے رب سے قائم ہو اور اس کی مردہ روح کو روحانی غذا اور ٹانک دے کر اسے زندہ کیا جائے، روحانیت غالب ہو اور قوت بہیمیہ مغلوب ہو، اس لئے حق تعالیٰ نے صوم کو فرض قرار دے دیا اور اس کی حکمت لعلکم تتقون (تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ) بیان فرمائی، انسان چونکہ حق تعالیٰ کا بندہ ہے اور اس کی بندگی کا تقاضہ ہے کہ وہ اس کے ہر حکم کو بلاچوں وچرا تسلیم کرے اور اس کی رضا کی خاطر بجان ودل اسے بجالائے اس میں اسرار و حکمتیں تلاش نہ کرے اس لئے حکمتوں کے درپے نہیں ہونا چاہئے لیکن حق تعالیٰ کا کوئی حکم چونکہ حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا اس لئے اس کے ہر حکم

میں بے شمار حکمتیں موجود ہیں بعض احکام کی حکمتوں کو انہوں نے خود ہی بتادیا ہے جیساکہ روزہ کے بارہ میں لعلکم تتقون سے اس کی حکمت (اور فلاسفی) کو بیان فرمایا گیا ہے، احکام کامدار اگرچہ حکمت پر نہیں بلکہ علت پر ہوتا ہے لیکن ان احکام کو ایسے طریقہ سے بجالانا ضروری ہے کہ انسان ان کے فوائد سے بھی بہرہ ور ہو سکے۔

بہرحال روزہ ایک ایسی عظیم الشان عبادت ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کی روحانیت بیدار اور دل حق تعالیٰ کی معرفت و محبت سے سرشار ہوجاتا ہے اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس عبادت کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر بجالائیں اور اس طرح اس عبادت کو سرانجام دیں کہ صحیح معنی میں روزہ ادا ہوجائے محض روزہ کا جسم اور ڈھانچہ نہ بنے بلکہ اس کی جو حقیقی روح ہے وہ بھی اس میں پیدا ہوجائے اس کیلئے اس حضرت انسان کو نفس امارہ سے مقابلہ کر کے تمام گناہوں کو چھوڑنا ہوگا اور جو گناہ ہو چکے ہیں ان سے سچی توبہ کرنی ہوگی اور روزہ کی حالت میں بطور خاص غیبت، بہتان، چغلی، جھوٹ وغیرہ سے، اسی طرح دل، کان، آنکھ، ہاتھ، قدم وغیرہ تمام اعضاء کے گناہ سے بچنا ہوگا غرضیکہ ظاہر اور باطن کے گناہ کو ترک کئے بغیر روزہ کی اصل حقیقت اور اس کی روح کو حاصل نہیں کیاجاسکتا، گناہوں کے خوگر اور عادی کیلئے گناہوں کو چھوڑنا اگرچہ مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس حقیقت پر غور کیاجائے کہ اصل دشمن شیطان کو اس ماہ مقدس میں پابند سلاسل کردیاگیا ہے اور حق تعالیٰ کی رحمتیں اور مغفرتیں موسلادھار بارش کی طرح برس رہی ہیں جو معمولی بہانہ پر انسان کو اپنے دامن میں لینے کیلئے تیار ہیں اس کیلئے اگر انسان ذرا ہمت سے کام لے تو نفس کا مقابلہ اس کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں بطور خاص جبکہ اس کے نتیجہ میں حق تعالیٰ کا خاص الخاص قرب بھی حاصل ہوجائے تو بلاشبہ تمام مجاہدات اور ریاضتوں کے مقابلہ میں یہ سودا

سستا ہے ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اس ماہِ مقدس میں روزہ تراویح اور تلاوت کلام پاک کے اہتمام کے ساتھ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التسبیح اور ذکر واذکار کا نظم بھی ضرور بنالینا چاہیئے اور کوشش ہو کہ کوئی لمحہ ضائع نہ جائے، کلمہ شریف لاالٰہ الا اللہ، استغفار، حق تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنے کا اہتمام بھی رکھا جائے، ہو سکے تو بزرگوں کی صحبت میں ضرور بیٹھے یہ نہایت اکسیر ہے اگر اس کا موقع نہ ہو تو تلاوت کلام پاک کے بعد اپنے بزرگوں کے ملفوظات اور مواعظ کا کچھ دیر روزانہ مطالعہ کرلیا جائے، آخری عشرہ میں اعتکاف مسنون کی بھی پوری کوشش کی جائے، الغرض جہاں تک ہو سکے اس ماہِ مقدس کی خوب قدر کرے کہ موسم بہار ہے جو قسمت والوں ہی کو نصیب ہوتا ہے، مسلمان خواتین وحضرات نے اگر یہ ایک مہینہ اس طریقہ سے گذار لیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ پھر اس کے اثرات پورے سال باقی رہیں گے، واللہ الموفق والمعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تمام مسلمانوں سے عموماً اور قارئین الحقانیہ سے خصوصاً درخواست ہے کہ وہ ماہِ مقدس کی مبارک ساعتوں میں اپنی ادعیہ صالحہ میں عام امت مسلمہ، اپنے وطن عزیز پاکستان کی حفاظت اور سلامتی کی دعا کے ساتھ احقر ناکارہ اس کے اہل خانہ اولاد اعزہ اقارب واساتذہ کرام، مشائخ عظام کیلئے فلاح دارین کی ضرور دعا فرماویں، جامعہ حقانیہ کی ترقی اور اپنے والدین کریمین کی مغفرت اور رفع درجات کیلئے خاص طور پر دعا کی درخواست ہے، احقر ناکارہ بھی سب کیلئے دعاگو ہے۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غروب کے بعد افطار میں جلدی کرنا سنت ہے

مولوی احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ بھی اس مسئلہ میں علماء حق کے موافق ہے

حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ سورج غروب ہوتے ہی نماز مغرب سے پہلے روزہ افطار فرمالیا کرتے تھے جیسا کہ مشکوٰہ شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے قبل کھجور سے اور اگر کھجور نہ ہوتی تو پانی کے گھونٹ سے روزہ افطار فرمالیا کرتے تھے (مشکوٰۃ ص۱۷۵)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ نماز سے قبل افطار کرنا مستحب ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے کہ افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے (ص۴۱۲)

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ:

''(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) عادت کریمہ تھی کہ غروب کے قریب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جاکر آفتاب دیکھتا رہے۔ وہ نظر کرتا ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی خبر کے منتظر ہوتے۔ ادھر اس نے عرض کی کہ سورج ڈوبا اُدھر حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرما (کھجور) وغیرہ تناول فرمایا''۔ (العروس المعطار ص۸)

آگے لکھتے ہیں:

''مقتضاء سنت یہی (یعنی سنت کا تقاضہ یہی) ہے کہ بعد غروب جو خرمے یا پانی وغیرہ پر قبل از نماز افطار معجل (جلدی افطار) کرتے ہیں اس میں اور علم بغروب

الشمس (سورج کے غروب ہونے کے علم) میں اصلاً (بالکل) فصل (فاصلہ) نہ چاہیے۔ یہ (افطار کے وقت کی) دعائیں اس کے (یعنی افطار کے) بعد ہوں۔ (ص ۱۳)

خان صاحب موصوف کی دوسری کتاب عرفان شریعت میں ہے:

مسئلہ ۱۰۴ مغرب کی اذان اور جماعت کب ہونا چاہیے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے؟

الجواب:

غروب کا جس وقت یقین ہوجائے اصلاً (بالکل) دیر اذان و افطار میں نہ کی جائے۔ اس کی اذان وجماعت میں فاصلہ نہیں۔ (عرفان شریعت ص ۳۵)

طلوع وغروب کی پہچان

اسی ''عرفان شریعت'' میں ہے:

مسئلہ ۱۰۱ جس جگہ افق نظر آتا ہو وہاں طلوع وغروب کی کیا پہچان ہے؟

الجواب:

جس جگہ افق (طلوع وغروب کی جگہ) صاف نظر آتا ہے اور بیچ میں درخت وغیرہ کچھ حائل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ پچھلی کرن نگاہ سے غائب ہوجائے۔ (عرفان شریعت ص ۳۴)

خان صاحب موصوف کے اس فتویٰ سے چند امور معلوم ہوئے:

(۱) سورج کے غروب ہونے کی پہچان یہ ہے کہ سورج کی پچھلی کرن نگاہ سے غائب ہوجائے۔

(۲) جب سورج کے غروب ہونے کا یقین اور علم ہوجائے تو روزہ افطار کرنے میں بالکل دیر اور فاصلہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۳) سورج کی پچھلی کرن کے نگاہ سے غائب ہوجانے کے بعد افطار میں اتنی دیر بھی نہ کی جاوے جتنی دیر اللهم لك صمت وعلى رزقك افطرت کے پڑھنے میں لگتی ہے۔ اس مختصر دعاء افطار کو بھی غروب کے بعد پڑھے۔

اب جو لوگ غروب آفتاب یعنی پچھلی کرن (کنارہ) کے نگاہ سے غائب ہوجانے کے بعد روزہ نہیں کھولتے اور بلاوجہ دیر کرتے ہیں وہ غور کریں کہ ان کا یہ عمل سنت اور فقہ حنفی کے کس قدر خلاف ہے۔

اس مختصر گزارش پر غور کرنے کے بعد امید ہے کہ افطار کے معاملہ میں اکثر جگہ جو اختلاف رونما ہو رہا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگ تو نماز مغرب کے بھی بعد افطار کرنے لگے ہیں۔ اس اختلاف کو ختم کر دیا جاوے گا۔ اور سورج کے غروب ہوتے ہی سنت کے موافق افطار کرنے پر سب مسلمان متحد اور متفق ہوجائیں گے، واللہ الموفق والمعین۔

۱۲ / رمضان المبارک ۱۳۸۶ ھ

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

روزہ افطار کرنے کا وقت غروب کے فوراً بعد ہوجاتا ہے

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ''فتویٰ'' کی مزید وضاحت

تقریباً عرصہ ۲۲ سال ہوئے ایک اشتہار ''غروب کے بعد افطار میں جلدی کرنا سنت ہے'' شائع کیا گیا تھا، اس اشتہار میں حدیث اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں عالمگیریہ، مراقی الفلاح سے ثابت کیا گیا تھا کہ افطار میں جلدی کرنا اور افطار نماز مغرب سے پہلے کرنا ہی مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز سے پہلے کھجور سے اور اگر کھجور نہ ہوتی تو پانی کی گھونٹ سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ افطار میں جلدی کے متعلق بھی اس اشتہار میں اس غرض سے شائع کیا تھا تا کہ ناظرین کو معلوم ہو سکے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور سب مسلمان متفق ہو کر سنت کے مطابق جلدی افطار کیا کریں۔

اس موضوع پر اس زمانہ میں ایک رسالہ ''مسائل وفضائل رمضان'' کے نام سے بھی لکھا گیا تھا، اس میں اس مسئلہ کی مکمل تفصیل لکھ دی گئی تھی، جو اہل انصاف کے لیے کافی وافی ہے مگر ۲۲ سال کے بعد بعض اہل تعسف اور متعصب لوگوں نے اس متفق علیہ مسئلہ کو ایک اشتہار شائع کر کے اختلافی بنانے کی کوشش شروع کر دی، اگرچہ اس اشتہار میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے اہل علم اور سمجھدار لوگوں کو مسئلہ کے بارہ میں کسی قسم کا اشتباہ پیدا ہو مگر بعض کم علم اور کم سمجھ لوگوں کے مغالطہ میں آجانے کا خطرہ ہے اس لیے یہ مختصر گزارش ہدیہ ناظرین ہے:

(۱) جس وقت مشرقی افق پررات کی سیاہی نمودار ہوجائے اور مغرب کے کنارہ سے دن کی روشنی زائل ہوجائے، افطار کے مستحب وقت کی ابتداء ہوتی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ مشرقی افق پررات کی سیاہی کب نمودار ہوتی ہے اور مغرب کے کنارہ سے دن کی روشنی کب زائل ہوتی ہے ؟۔

مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی اس حدیث کہ'' جب رات کی سیاہی مشرقی افق پرچھاجائے اوردن کی روشنی مغربی افق سے زائل ہوجائے اورسورج غروب ہوجائے توروزہ دارافطار کرلے''کی شرح میں لکھتے ہیں :

''تینوں لفظ اسی ترتیب سے ارشادفرمائے جس ترتیب سے واقع ہوئے ہیں، پہلے سیاہی اٹھتی ہے ،اس وقت تک اگرافق صاف اورغباروبخارسے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی ہے بلکہ قلل جبال واعالی اغصان شجرپرعکس ڈالتی ہے ، پھر جب قرص چھپنے پرآیاتکاثف ابخرہ افقیہ وکثرت بعدعن الابصاروطول مرورشعاع المبصر فی ثخن کرۃ البخارکے باعث روشنی بالکل محتجب ہوجاتی ہے مگرہنوزقدرے قرص بالائے افق مرئی شرعی باقی ہے اس کے بعدآفتاب ڈوبتا اوروقت افطار ونمازآتاہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ص۲۱۹ ج۲)

''افق شرقی سے سیاہی کاطلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتاہے، سیاہی کئی گزبلندہوجاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ص۲۱۷ ج۲)

معلوم ہواکہ افق شرقی سے سیاہی کابلندہونااورمغرب سے روشنی کازائل ہونا سورج کے غروب ہونے سے پہلے ہی شروع ہوجاتاہے اورجب سورج غروب ہوجاتا ہے توافق شرقی پرسیاہی چھاجاتی ہے اوردن کی روشنی مغربی افق سے زائل ہوجاتی ،

افطار اور نماز مغرب کا وقت آجاتا ہے ،غروب کے بعد کسی چیز کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی لکھتے ہیں :

''جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین یعنی پورا ظن غالب ہوجائے اس وقت افطار کیا جائے ،اس کے بعد دیر لگانا نہ چاہیے ،یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں'' ۔ (فتاویٰ رضویہ ص۳۵۶ ج۲)

کتنی صاف اور واضح بات کو خواہ مخواہ الجھایا جارہا ہے ۔مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی واضح طور پر لکھ رہے ہیں کہ سورج کے غروب ہونے سے بھی بہت پہلے مشرق سے سیاہی اٹھنی شروع ہوجاتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو مشرق میں یہ سیاہی کئی گز بلند ہوچکتی ہے ،اس لیے سورج کے غروب ہونے کے بعد افطار میں دیر نہیں لگانی چاہیے کیونکہ جب سورج غروب ہوگیا تو اقبال لیل اور ادبار نہار بھی متحقق ہوجاتے ہیں اور افطار میں کسی چیز کے انتظار کی حاجت باقی نہیں رہتی ۔

مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی لکھتے ہیں :

''تعجیل افطار کے معنٰی یہ ہیں کہ جب غروب آفتاب پر یقین ہوجائے فوراً افطار کرلے ،وہم ووسوسہ کو دخل نہ دے ،نہ بلاوجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے ،ایسی جلدی کہ ہنوز غروب میں شک ہو حرام اور مفسد صوم ہے'' ۔ (فتاویٰ رضویہ ص۶۱۸ ج۴)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بہشتی زیور میں اسی کے موافق فرماتے ہیں :

''مسئلہ نمبر۹، مستحب یہ ہے کہ سورج یقیناً ڈوب جائے تو ترت یعنی فوراً روزہ کھول ڈالے دیر کرکے روزہ کھولنا مکروہ ہے'' ۔ (ص۱۵ حصہ ۳)

اشتہار میں اس مسئلہ نمبر۹ کو دیکھے بغیر اگلا مسئلہ ۱۰ لکھ دیا اور اسی سے غروب میں تیقن حاصل کرنے کے لیے دیر کرنے کا ثبوت دیا ہے ، حالانکہ غروب میں یقین حاصل کرنے کا ذکر تو اسی مسئلہ ۹ میں بھی تھا۔ بدلی کے دن پر قیاس کر کے یقین حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔

مثال تو یہ مشہور ہے کہ لاتقربوا الصلوٰة کو دیکھ کر آگے وانتم سکاریٰ کو نہیں دیکھا اور نماز کے قریب نہ جانے کا حکم دیدیا مگر اس زیر تبصرہ اشتہار میں پہلے مسئلہ کو نہیں دیکھا شاید حالت سکر میں اگلا مسئلہ غیر متعلق لکھ دیا اور نہ معلوم کیا سمجھ کر لکھ دیا کہ ''مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب کا فتویٰ بھی علماء حق کے مطابق ہے ''۔ شاید اس طرح ہمارے اشتہار کی نقل اتارنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہے ''ورنہ کار بوزینہ نیست نجاری ''کی مثال صادق آتی ہے ۔

اہل فہم غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور فاضل بریلوی تو اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ غروب پر یقین کے بعد فوراً روزہ افطار کر لیا جائے مگر اشتہار دہندہ کو اس اتفاق سے کیا حاصل وہ کس مقصد کے لیے ان دونوں کے اتفاق کا ذکر کر رہا ہے ۔

باقی رہا غروب کا یقین حاصل کرنے کے لیے دیر کرنا یہ دوسرا مسئلہ ہے ۔ ہمارے اشتہار کا عنوان یہ ہے کہ ''غروب کے بعد افطار میں جلدی کرنا سنت ہے'' جب تک غروب نہ ہو اس کو تعجیل کس عقل مند نے کہا ہے ؟ غروب پر غلبہ ظن کے بغیر کوئی مسلمان افطار پر اقدام نہیں کر سکتا یہ مسلمانوں کے ساتھ بڑی زیادتی اور سوء ظنی ہے جو ان بعض الظن اثم وغیرہ نصوص سے منہی عنہ اور حرام ہے ۔ مستدرک حاکم وغیرہ سے جو روایات وعید نقل کی گئی ہیں ان کا تعلق بھی ایسے لوگوں سے ہے جو دانستہ وقت سے پہلے افطار کر لیں لیکن جو مسلمان غروب کا غلبہ ظن حاصل کر کے

افطار کرتے ہیں ان پران روایات وعید کو چسپاں کرنا نہایت درجہ شدت پسندی کا مظاہرہ اور خوارج کی یاد دلاتا ہے۔

اوپر کی تفصیل سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی افطار میں تعجیل کے بڑے شدومد کے ساتھ قائل ہیں۔ ہمارے اشتہار میں بھی ان کی کتابوں ''العروس المعطار''اور''عرفان شریعت'' کے حوالوں سے یہ بات ایسی ظاہر اور واضح ہے کہ نابینا آدمی بھی شاید اس سے انکار نہ کر سکے، مگر سچائی کا خون کرنے والوں نے اپنے اشتہار میں لکھ دیا ہے کہ:

''بہت جلدی افطار کرنے کی نسبت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی طرف کی ہے، یہ صحیح نہیں ہے''۔

ہمارے اشتہار میں عرفان شریعت کے حوالہ سے ہے:

''غروب کا جس وقت یقین ہوجائے اصلاً دیر اذان وافطار میں نہ کی جائے''۔

العروس المعطار کے حوالہ سے ہے:

''بعد غروب جو خرمے یا پانی وغیرہ پر قبل از نماز افطار معجل کرتے ہیں، اس میں اور علم بغروب الشمس میں اصلاً فصل نہ چاہیے، یہ افطار کے وقت کی دعائیں اس کے بعد ہوں''۔

کیا خان صاحب بریلوی کی طرف ان حوالوں میں جلدی افطار کرنے کی نسبت نہیں ہو رہی؟ کوئی بھی دیانتدار آدمی ان کے ہوتے ہوئے یہ لکھ سکتا ہے کہ ''یہ نسبت صحیح نہیں ہے''۔

رہا یہ اعتراض کہ:

''جو حدیث نقل کی ہے اس سے تو دیر سے روزہ کھولنے کا ثبوت ہوتا ہے''۔

اول تو یہ اپنے اعلیٰ حضرت سے معلوم کرنے کی بات ہے کہ انہوں نے ایسی حدیث کیوں نقل کی جس سے دیر سے روزہ کھولنے کا ثبوت ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارا استدلال اس حدیث سے اس طور پر ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس حدیث سے جلدی روزہ کھولنے کا ثبوت دیا ہے، بہرحال اگر یہ استدلال غلط ہے تو یہ غلطی خان صاحب مذکور کی ہوگی، اور پیرومرشد کی یہ غلطی مرید نے نکالی ہے تو بڑی خوبی اور ہمت کی بات ہے اس پر جتنی بھی مبارک باد پیش کی جائے کم ہے۔

ضابطہ سے تو اتنا ہی جواب ہمارے ذمہ تھا مگر چونکہ واقعہ یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اس حدیث سے جو جلدی افطار کرنے پر استدلال کیا ہے وہ صحیح ہے اور ان کے پیرو کار اس حدیث سے جو تاخیر افطار ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے پیرومرشد کے مقصد و مطلب کے خلاف ہونے کے ساتھ حقیقت کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے تحقیقی بات عرض ہے کہ معترض نے جو نیچے اور اوپر کے دو افق فرض کیے ہیں یہ بات خان صاحب کے مقصد کے خلاف ہے ان کے تصور میں بھی نیچے اور اوپر میں اتنا فاصلہ نہیں تھا جس سے دونوں کے افق میں فرق آسکتا تھا وہ تو نیچے اوپر والوں کا ایک ہی افق تصور کیے ہوئے ہیں۔ فرق صرف یہ تھا کہ اوپر کی فضا ذرا صاف تھی وہاں افق واضح طور پر نظر آرہا تھا اور نیچے سے افق صاف نظر نہیں آرہا تھا، تاخیر افطار کو ثابت کرنے کے لیے افق کو ہی تبدیل کردینا اور اپنے پیرومرشد کے مقصد کی بھی تحریف کردینا بہت بڑی جسارت ہے، بھلا اس کی کیا دلیل ہے کہ نیچے اور اوپر والوں کا افق علیحدہ علیحدہ تھا اور اس قدر بلندی پر جاکر آفتاب دیکھتا تھا کہ اس کا افق ہی بدل جاتا تھا۔ ہر شخص اپنے ہی افق پر افطار کا مکلف ہے اور اسی افق پر غروب کی تحقیق اس کے ذمہ ہے تو یہ بات تو سمجھ میں آنے والی ہے کہ اپنے ہی افق پر غروب کی

تحقیق اور مشاہدہ کے لیے آنحضرت ﷺ کسی کو بلند جگہ پر کھڑے ہونے کا امر فرماتے ہوں مگر یہ بات قطعاً خلاف فطرت اور شریعت ہے کہ دوسرے افق پر غروب کی تحقیق پر آپ ﷺ کسی کو مامور فرماتے ہوں نہ اس کے آپ مکلف نہ اس کی ضرورت پھر یہ تکلف آپ کیوں فرماتے ؟ اور پھر وہ شخص بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی اپنا روزہ کھولتا ہوگا کیونکہ نبی کی مخالفت نہ کرتا ہوگا کہ آپ ﷺ کو تو روزہ کھولنے کے لیے کہہ دیتا ہو اور خود افطار نہ کرتا ہو تو پھر نبی کریم ﷺ کے سامنے اس نے اپنے افق پر غروب ہوتے ہوئے دیکھ کر افطار کر لیا تو تقریر نبی ﷺ سے اپنے افق کا اعتبار کر کے افطار میں جلدی کا ثبوت ہو گیا۔ اس طرح بھی اس حدیث سے افطار میں جلدی کا ثبوت ہو رہا ہے، تعصب کو چھوڑ کر اگر بات سمجھنے کا ارادہ ہو تو اس کے لیے یہ گزارشات کافی ہیں۔

شک پر کوئی مسلمان اپنا روزہ برباد نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے قہر سے ڈرو مسلمانوں پر بدگمانی اور بدزبانی کے کبیرہ گناہ کے مرتکب نہ ہو، آخرت کے عذاب سے ڈرو اور مسلمانوں میں تفرقہ اور انتشار پیدا مت کرو، غروب کے بعد فوراً روزہ کھول دیا کرو یہی سنت ہے۔

حافظ محمد اسامہ مدنی

مفکر اسلام علامہ راشدی پر غامدیت نوازی کا الزام

''مولانا زاہدالراشدی صاحب (اسٹیج سے) اٹھ گئے، میں نے ان کے سامنے کہنا تھا... وسعت صدر... ان سارے مولویوں سے کہہ رہا ہوں... اپنے بھائی سے سیکھو، اس شخص کا قلم کس اعتدال کے ساتھ چلتا ہے... کس وسعت صدر سے اللہ نے اسے نوازا ہے... پوری دنیا میں شاید انگلیوں پہ گنے جانے والوں میں سے ایک آدمی زاہدالراشدی ہے کہ جسے اختلاف کرنے کا سلیقہ ہے، ہمارے مولویوں کو اختلاف ہوجائے تو گلے پکڑنے پہ آجاتے ہیں، مارنے پہ آجاتے ہیں جیسے ہم ہی صحیح ہیں باقی سارے غلط... میں ان کے قلم کو سلام کرتا ہوں... کہ مخالف سے مخالف آدمی بھی ان کی تحریر پڑھے گا تو کہے گا کہ یہ شخص ناصح امین ہے یہ میری خیر خواہی میں لکھ رہا ہے، میرا دشمن نہیں اور ہم ایسے لکھتے ہیں جیسے پکے دشمن سے خطاب کر رہے ہوں سیکھو، سیکھو! علماء بھی ہیں، طلباء بھی ہیں۔ وسعت صدر سیکھو، اخلاق سیکھو، درگزر سیکھو، رائے کے اختلاف کو برداشت کرنا سیکھو، عجب اس شخص کا قلم ہے عجب قلم...''

یہ وہ سنہرے الفاظ ہیں جو مبلغ اسلام حضرت مولانا علامہ طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم نے امام اہل سنت محدث کبیر علامہ محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ کی وفات کے بعد تعزیتی اجتماع سے (ڈی سی گراؤنڈ گکھڑ منڈی میں) ارشاد فرمائے جنہیں Youtube پر

''Golden words of Maulana Tariq Jameel''

کے زیر عنوان video کی صورت میں سنا اور دیکھا جاسکتا ہے، مندرجہ بالا

اقتباس کو تمہید بنانے کا اصل مقصد یہ ہے کہ مولانا طارق جمیل صاحب نے کافی حد تک معاملے کو دریا بکوزہ کردیا ہے، حقیقت کے عین مطابق یہ الفاظ مفکر اسلام علامہ راشدی اوران کے ناقدین کے رویہ کو واضح کررہے ہیں۔

مولانا زاہد الراشدی کے حوالے سے فضاء ایک مرتبہ پھرگرم ہے ، مختلف اصحاب کی طرف سے اعتراضات کا دوردورہ ہے جس میں کافی حدتک غلوسے کام لیا جارہا ہے ،مبالغہ آرائی اس قدر کہ بعض دوستوں کی طرف سے ''غامدی نواز'' ہونے کے طعنے کا سامنا ہے ،اس حوالے سے دو قسم کے احباب بہت نمایاں کردار اداکررہے ہیں ،اول تو وہ لوگ ہیں جو اس معاملے سے کلی طور پرناآشناہیں، محض سنی سنائی باتوں پران کے کلام کامدار ہے ،ان لکیر کے فقیر دوستوں کے متعلق جو بات کا بتنگڑ بنانے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے۔

یاایھاالذین آمنو ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا۔ (الحجرات٦)

ترجمہ :اے ایمان والو!اگر لائے تمہارے پاس کوئی فاسق خبرپس خوب تحقیق کر لو۔

البتہ ان ساتھیوں پر بہت افسوس ہے جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی محض ذاتی بغض یاحسد کی بنیاد پر پروپیگنڈاکرتے ہیں ،ارشادنبوی اہے . . .

ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النارالحطب۔
(ابوداود، کتاب الادب، باب فی الحسد)

ترجمہ : تم لوگ حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کواس طرح کھاجاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاجاتی ہے ۔ ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالی راشدی صاحب کو حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھے ۔آمین

ان سطور میں جاوید غامدی صاحب کے افکار ونظریات پر مولانا زاہدالراشدی کی بیش قیمت علمی تنقید کا ایک مختصر خاکہ پیش کرنا مقصود ہے۔ جس سے احباب کو اصل اور صحیح صورت حال سے واقفیت حاصل ہوگی۔

(۱) مفکر اسلام علامہ زاہدالراشدی نے ''غامدی صاحب کے ارشادات پر ایک نظر'' کے عنوان سے ملک کے نامور روزنامہ اوصاف میں تین اقساط پر مشتمل ایک جاندار اور مفصل مضمون تحریر فرمایا، جس میں

پاکستان کی عملی سیاست میں علماء کا کردار۔

علماء کا آزادانہ فتویٰ دینے کا حق۔

جہاد کے لیے حکومت واقتدار کی شرط۔

زکوۃ کے علاوہ ٹیکس لگانے کا جواز، جیسے اہم موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

(۲) غامدی صاحب کے شاگرد رشید معروف صحافی خورشید احمد ندیم صاحب نے ''توضیحات'' کے زیر عنوان مولانا راشدی کے موقف کو تنقید کا نشانہ بنایا جس کے جواب میں علامہ راشدی نے ''خورشید ندیم صاحب کے ارشادات کا جائزہ'' کے زیر عنوان ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا جو تین ذیلی عنوانات،

غامدی صاحب اور خبر واحد۔

رجم کی شرعی حیثیت اور غامدی صاحب۔

علماء اور سیاست، پر مشتمل ہے۔

(۳) خورشید احمد ندیم صاحب سے مولانا راشدی کے مضمون کا جواب نہ بن سکا تو غامدی صاحب کے دو اور شاگرد جناب معزامجد صاحب اور ڈاکٹر فاروق خان صاحب میدان میں آئے اور طبع آزمائی کی تو مولانا راشدی نے ''معزامجد صاحب کے استدلالات پر

ایک نظر'' کے عنوان سے ان کی غلطیوں کو عیاں کیا اور اپنے موقف پر مزید دلائل پیش کیے۔

(۴) بات یہیں پر ختم نہ ہوئی ،غامدی صاحب کے شاگرد جناب معز امجد صاحب نے اس بحث کو طوالت دی، ایک اور مضمون بنام ''مولانا زاہدالراشدی کے فرمودات کا جائزہ ''لکھ کر اس مباحثے کو آگے بڑھایا، تو مفکر اسلام کا موثر قلم پھر حرکت میں آیا ، اور ایک اور مضمون ''معز امجد اور ڈاکٹر محمد فاروق خان کے جواب میں'' تحریر فرمایا اور اس بحث کو انجام تک پہنچایا، اس مضمون کے آخر میں مفکر اسلام علامہ راشدی فرماتے ہیں ''ہمارا خیال ہے کہ اس بحث کو یہیں سمیٹ لیا جائے۔ دونوں طرف سے دلائل سامنے آچکے ہیں ۔مزید تکرار کا کوئی فائدہ نہیں''۔ معز امجد صاحب اور ڈاکٹر فاروق صاحب کی تحریریں بحث برائے بحث کی صورت اختیار کرتی جارہی تھیں ،جو کہ علامہ راشدی کے مزاج کا حصہ نہیں ہے ،اس لیے اس مضمون کے بعد اس مباحثے سے متعلق ان کے کسی مضمون کا جواب نہیں دیا گیا۔

(۵) ''قرآن فہمی میں حدیث نبوی ﷺ کی اہمیت'' اس مضمون کے تعارف کے لیے اس کا عنوان ہی کافی ہے ،جاوید غامدی صاحب جو قرآن کریم کو جاہلی دور کے عربی ادب اور شعروشاعری کے ذخیرے کی بنیاد پر سمجھنا چاہتے ہیں اور ادب جاہلی کی روایات کے حوالے سے قرآن کا مفہوم طے کرنے کے درپے ہیں ،اس مضمون میں ان کی اس فکر پر دلچسپ کلام کیا گیا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر میں حدیث رسول کے عظیم الشان ذخیرے کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

(٦) ۲۰۰۲ء میں روزنامہ پاکستان میں ایک انٹرویو شائع ہوا ۔جس میں غامدی صاحب محترم فرماتے ہیں۔

دوپٹہ کا تعلق کلچر سے ہے، شریعت سے نہیں۔

قرآن کریم میں حجاب کے بارے میں جن پابندیوں کا ذکر موجود ہے، ان کا اطلاق عمومی نہیں، بلکہ ان کا تعلق جناب نبی اکرم ﷺ کے دور کے مخصوص حالات سے ہے۔

شریعت نے صرف سینہ ڈھانپنے اور مناسب لباس پہننے کی پابندی لگائی ہے، جس میں دوپٹہ شامل نہیں۔

اس پر مفکر اسلام علامہ زاہد الراشدی نے پکڑ فرمائی اور ''اسلام میں پردے کے احکام'' لکھ کر غامدی صاحب کی علمی غلطیوں کو واضح کیا۔

(۷) ''پارلیمنٹ، اجتہاد اور وفاقی شرعی عدالت'' اس مضمون میں مفکر اسلام علامہ راشدی نے

قانون سازی سے متعلق پارلیمنٹ کے حق میں غامدی صاحب کے ادھورے بیان کے خطرناک پہلوؤں کو آشکارا کیا۔

وفاقی شرعی عدالت سے متعلق غامدی صاحب کے ایک متشدد بیان پر تنقید کی۔

مذکورہ بالا تمام مضامین کو الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ نے ''جناب جاوید احمد غامدی کے حلقہ فکر کے ساتھ ایک علمی و فکری مکالمہ'' کے عنوان سے یکجاء کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔

۲۰۰۶ء میں جنرل پرویز مشرف کی مساعی سے رائج الوقت حکومت نے ''تحفظ حقوق نسواں بل''، منظور کر کے ''حدود آرڈیننس'' میں شرمناک ترمیم کی، اس سلسلہ میں جاوید احمد غامدی صاحب اور ان کے رفقاء نے جو رویہ اختیار کیا اور جو کردار ادا کیا، وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، پاکستان میں حدود اللہ کا نفاذ باقی رکھنے کے لیے

علمی وفکری محاذ پر اس وقت اگر کسی نے متحرک کردار ادا کیا اور بھرپور کوشش کی تو بلامبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے بعد دوسری شخصیت مفکر اسلام علامہ راشدی کی ہے ،اس موضوع پر مولانا راشدی کے بیسیوں مضامین روزنامہ پاکستان ، روزنامہ اسلام ، ماہنامہ الشریعہ ، ماہنامہ نصرت العلوم اور دیگر کئی رسائل کی زینت بنے ، بعد ازاں جنہیں الشریعہ اکیڈمی نے ''حدود آرڈیننس اور تحفظ نسواں بل'' کے عنوان کے تحت کتابی شکل میں شائع کیا ، ویسے تو مکمل طور پر ہم اس کتاب کے تمام مضامین کو غامدی صاحب کے افکار پر تنقید کے طور پر پیش کرسکتے ہیں ، لیکن ذیل میں ہم صرف ان چند مضامین کے عنوان لکھ رہے جن میں خاص الخاص غامدی صاحب کے موقف کو پیش نظر رکھ کر تنقید کی گئی ہے ۔

(۸) حدود آرڈیننس ، مخالفت کیوں ؟

(۹) محترم جاوید غامدی اور ڈاکٹر طفیل ہاشمی کی توضیحات ۔

(۱۰) اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر چند گزارشات ۔

(۱۱) خصوصی علماء کمیٹی نظریہ کونسل کی متبادل نہیں ۔

اس کے علاوہ کئی مضامین مفکر اسلام نے وقتاً فوقتاً غامدی صاحب کے افکار پر نقد کرتے ہوئے تحریر فرمائے ہیں ۔

(۱۲) ''اجتہاد ، تجدید اور تجدد'' کے نام سے یہ جاندار مضمون جس میں اجتہاد ، تجدید اور تشکیل نو میں فرق کو واضح کیا گیا ہے ۔ اور بتایا گیا ہے کہ جاوید احمد غامدی صاحب اجتہاد اور تجدید کی آڑ میں تشکیل نو کی راہ ہموار کر رہے ہیں جس کا عملی نتیجہ بہرحال گمراہی ہے ۔

(۱۳) ماہنامہ الشریعہ جون ۲۰۰۸ء میں ایک مضمون ''غامدی صاحب کا تصور

سنت'' کے عنوان سے تحریر فرمایا، جس میں جاوید غامدی صاحب کے خود ساختہ اور انوکھے نظریہ سنت پر کلام کیا اور بتلایا کہ نزول مسیح علیہ السلام جیسے اعتقادی اور دیگر بہت سے اہم مسائل سے انکار اسی تصور سنت کے مرہون منت ہیں۔

(۱۴) ماہنامہ الشریعہ مارچ ۲۰۰۴ء میں ''جہادی حکمت عملی ۔ مثبت اور منفی پہلو'' کے عنوان سے پہلا مضمون غامدی صاحب کے شاگرد جناب خورشید احمد ندیم صاحب اور دوسرا مضمون مفکر اسلام علامہ راشدی کا ہے، اس مضمون میں مفکر اسلام نے خورشید ندیم صاحب کی جہاد اور جہادی تحریکات کے بارے میں غلط فہمیوں کا جائزہ لیا ہے، اور بڑے مثبت انداز میں ان کے افکار کا رد کیا ہے۔

(۱۵) روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۱ فروری ۲۰۰۸ء میں جاوید غامدی صاحب کا ایک انٹرویو شائع ہوا، جس میں غامدی صاحب فرماتے ہیں ''خلافت کوئی نظام نہیں ہے خلافت راشدہ بنیادی طور پر ایک قبائلی نظام تھا'' جس پر علامہ راشدی نے ماہنامہ نصرت العلوم مارچ ۲۰۰۸ء کے شمارے میں ایک مضمون ''کیا خلافت راشدہ قبائلی نظام تھا؟'' کے عنوان سے لکھا اور غامدی صاحب کی گمراہی کو واضح کیا اور بتلایا کہ اسلام کا اصل سیاسی نظام political system خلافت ہے۔ اس مضمون کے آخر میں علامہ راشدی فرماتے ہیں ''جاوید احمد غامدی صاحب اسلامی تعلیمات کے اجتماعی پہلوؤں کی نفی کے شوق میں تاریخی حقائق سے ہی آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں''۔

ہمیں اس موضوع پر جتنے مضامین میسر آسکے، ان کا ایک مختصر سا خاکہ پیش خدمت ہے، جبکہ علامہ راشدی کا تحریری کام بہت وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا ہے، آخر میں ہم فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ جاوید غامدی صاحب کے افکار پر اس قدر نقد کرنے والی محترم شخصیت کو ''غامدیت نواز'' ہونے کا طعنہ کس بنیاد پر دیا جاتا ہے؟ . . .

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

استحکام پاکستان کانفرنس اور اصل حقائق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخی فی اللہ مولانا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب سلمہم اللہ وعافاہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے ملاقات کر کے بہت خوشی ہوئی اور آپ کے شکوہ کی جو تعلق کے سبب ہے بہت قدر ہوئی ۔ یہ تعلق قدیم کی بنا پر آپ کا شکوہ سر آنکھوں پر اور بندہ معذرت خواہ ہے ۔

درحقیقت یہ ناکارہ ایسے حالات میں گھرا رہا اور اب بھی گھرا ہوا ہے کہ کراچی کا سفر بہت ہی مشکل ہے اس کے ذرائع تقریباً احقر کے لیے مفقود ہیں مگر پھر بھی ایک مرتبہ اس وقت حاضری ہوئی جب آپ دارالعلوم میں استاذ تھے اور دوسری مرتبہ جامعہ ۔ ۔ ۔ میں جبکہ وہ بالکل ہی ابتدائی حالات میں تھا۔ پھر دارالعلوم میں حاضری سے پہلے ان کو اطلاع دینے کے ساتھ آپ کو بھی مستقل خط سے اطلاع دے دی اور جامعہ ۔ ۔ ۔ میں بھی حاضری ہوئی ، اس کی چہل پہل اور رونق دیکھ کر دل خوش ہوا اور دل سے دعائیں نکلیں، عصر کی نماز بھی وہاں ہی ادا کی ، آپ دارالعلوم لینے اور پھر چھوڑنے بھی ہمراہ آئے ۔ مقصد یہ ہے کہ وہ تعلق قدیم جو دارالعلوم دیوبند کے زمانہ سے قائم ہوا تھا اس کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا گیا، مگر احقر کے حالات آپ کے حالات سے بالکل مختلف ہیں احقر کے لیے ملتان ، لاہور، فیصل آباد کا سفر بھی مشکل اور اب تو بہت ہی مشکل ہو گیا بوجہ امراض قلب میں ابتلاء کے تین سال ہو گئے لکھنے پڑھنے کا

کام بھی نہ ہونے کے برابر ہے ۔ یہ خط مشکل سے لکھا ہے ،آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے پورے پاکستان میں دورہ کے وسائل مہیا کردیے ہیں ، امراض میں آپ بھی مبتلا ہیں صحت کی دعا کرتا بھی ہوں اور چاہتا بھی ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور حسن خاتمہ کی دولت سے نوازیں ،آمین ۔

جب آپ پنجاب میں آتے ہیں تو ملتان اور لاہور سے آرام دہ کوچ کا سفر سرگودہا تک بسہولت ہو سکتا ہے ،البتہ سرگودھا ہوائی جہاز نہیں آتا، پہلے کچھ دنوں کے لیے لاہور سے آنے لگا تھا مگر پھر بند ہوگیا۔ اب صرف بسیں آتی جاتی ہیں مگر آرام دہ ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اب آپ کو ساہی وال کے سفر میں پہلے کی طرح مشقت نہیں ہوگی ۔

پرانے تعلقات کی بنا پر یہ عریضہ لکھ دیا ہے ورنہ احقر کی یہ حیثیت نہیں کہ آپ کے بارہ میں کوئی شکوہ کرے احقر تو یہ کہتے ہوئے بھی شرماتا ہے کہ وہ ہمارے دوست ہیں کہ اس میں بھی ایک قسم کی برابری کا دعویٰ ہے جو مجھ جیسے ناکارہ کے لیے زیبا نہیں مگر آپ کے ہی برادرانہ برتاؤ نہ صرف احقر کے ساتھ بلکہ احقر کے بچوں کے ساتھ بھی شفقت کے اظہار کی وجہ سے یہ معروضات پیش کرنے کی جرأت ہوگئی ،اللہ تعالیٰ اس تعلق ومحبت کو الحب فی اللہ کا مصداق بنائیں اور ہمیشہ قائم رکھیں ، دارین میں مفید بنائیں ،آمین ۔

۲۶ / ستمبر ۱۹۹۷ ء کی کانفرنس میں استحکام پاکستان کے سلسلہ میں کم اور اس میں نفاذ اسلام کے نہ ہونے کا منفی پہلو غالب رہا۔ البتہ مولانا۔ ۔ ۔ نے پاکستان میں حدود وغیرہ کئی اسلامی قوانین کی منظوری کا ذکر کیا، مگر ان کا طرز بھی کسی قسم کی تحسین ، حوصلہ افزائی کی بجائے امریکہ کی مخالفت میں موافقت کی آڑ لے کر منفی تاثر پیدا کر دیا کہ اس میں نفاذ اسلام ہی نہیں ہو سکتا تو اس کی کیا ضرورت ہے ،کیا اس طرز عمل سے

پاکستان کو تقویت ہوگی اور استحکام حاصل ہوگا یا اس سے تنفر؟ جبکہ اکثر ائمہ مساجد اور مدرسین مدارس عربیہ نے پچاس سال میں یہی ماحول بنایا کہ یہ تقسیم صحیح نہیں اور ''نظریہ تقسیم'' کے ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ مخالف تھے۔ گویا جو حضرات اس نظریہ کے موافق تھے وہ ہمارے اکابر نہیں تھے، یا وہ مسلم لیگ کے دھوکہ میں آگئے، حالانکہ یہ بات حقیقت واقعہ کے خلاف ہے مسلم لیگ عرصہ دراز تک کانگریس کے ساتھ مل کر کام کرتی رہی ہے۔ مگر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ہندو مسلم اتحاد کے ایک دن بھی حامی نہیں رہے، ہمیشہ زمین کے ایک حصہ کو احکام اسلام کے نفاذ کے لیے ضروری سمجھتے اور کہتے رہے۔

چنانچہ مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت علماء ہند کے دعوت نامہ کے جواب میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا:

''شرعی حیثیت سے صرف اپنی ایک رائے کا اظہار کرتا ہوں جس کے متعلق مولانا کفایت اللہ صاحب سے زبانی بھی گفتگو ہو چکی ہے اور اب تو واقعات نے مجھ کو اس رائے پر بہت ہی پختہ کر دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا خصوصاً علماء کا کانگریس میں شریک ہونا مذہباً مہلک ہے، بلکہ کانگریس سے بے زاری اعلان کر دینا نہایت ضروری ہے، علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہیے، تاکہ ان کی تنظیم خالص دینی اصولوں پر ہو اور مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی دینی موت کے مرادف ہے''۔ والسلام اشرف علی (افادات اشرفیہ ص۸۸)

اس والا نامہ میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ:

''یہ شرعی رائے ہے اور حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے زبانی گفتگو کے بعد قائم فرمائی''۔ یہ گفتگو احقر نے

آپ کو لاہور ڈاکٹر مطیع الرحمن شہید مرحوم کے مکان پر مولانا مشرف علی صاحب سلمہ کے سامنے سنائی تھی۔

یہ ۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، مولانا محمد سجاد صاحب بہاری نائب امیر شریعت، بہاری جمعیت علماء ہند کی طرف سے گفتگو کے لیے تھانہ بھون آئے تھے۔ آپ نے کہا تھا کہ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح نہیں لکھا۔ ٹھیک ہے تفصیل سے نہیں لکھا مگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب میں مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے زبانی گفتگو کا تذکرہ تو مفتی صاحب نے بھی کردیا ہے۔ ناظم جمعیت کے دعوت نامہ کا جواب ۱۹۳۹ء میں دیا گیا جس میں اس گفتگو کا حوالہ ہے۔ یہ ناچیز اس وقت وہاں ہی تھا اور جگہ، شرکاء علماء کرام کے اسماء گرامی سب یاد ہیں اور احقر نے اپنے رسالہ ''تحریک پاکستان کی شرعی حیثیت اور علماء دیوبند کے کردار'' میں ۱۴۱۵ھ میں لکھ کر مفت شائع کرادیا تھا مگر آپ جیسے بڑے لوگوں کو ایسے رسائل دیکھنے کی اپنے ضروری مشاغل اجازت نہیں دیتے، اس کا تو امکان نہیں ہے کہ یہ رسالہ آپ کے پاس نہ بھیجا گیا ہو مگر توجہ کرنے کی فرصت نہیں مل سکی ہوگی۔

آپ نے معاشرتی علوم میں لکھا ہے کہ:

''ان کا کہنا تھا کہ مسلم لیگ کے سرکردہ رہنما ذاتی زندگیوں میں اسلام پر نہیں چل رہے ہیں تو اجتماعی زندگی میں اسلامی نظام کو کیسے نافذ کرسکیں گے، بعد میں پیش آنے والے اب تک کے واقعات نے واضح طور پر ان کی اس بات کی تائید کی ہے''۔ (معاشرتی علوم ص۷۷)

مگر یہ بات خود واقعات کے خلاف ہے کئی قوانین پاکستان میں اسلامی نافذ ہوئے ان میں سے بعض کا ذکر مولانا۔۔۔کی ۲۶/ستمبر۱۹۹۷ء کی کانفرنس میں بھی اجمالاً

کیا گیا ہے۔ اور احقر کے رسالہ مذکورہ میں بھی کئی قوانین کا ذکر ہے اور عام طور پر سب کو معلوم ہیں، ایسی صورت میں خط کشیدہ عبارت بالکل واقع کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

علامہ شبیر احمد صاحب کے خطبہ صدارت لاہور میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے احرار کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ:

''یہ حکومت الٰہیہ سر دست ہندوستان میں کسی جگہ قائم کریں گے؟ کیا ہندو مسلم کی مخلوط حکومت میں جہاں ایک اور چوتھائی کی نسبت ہوگی؟ ظاہر ہے کہ یہ صورت حکومت الٰہیہ کی نہیں ہو سکتی اس لیے ضرورت ہے کہ کوئی وسیع خطہ پہلے ہم ایسا حاصل کر لیں جہاں قانون سازی کی طاقت مسلم اکثریت کے پاس رہے گی۔ لیگ کے موجودہ قائدین بھی بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ پاکستان میں حکومت قرآن کے اصولوں کے مطابق شریعت مطہرہ کی قائم ہوگی ،ابھی حال میں بمقام پشاور پھر مسٹر جناح کے اعلان کا اعادہ کیا ہے، اگر فرض کیجیے اس وقت یہ لوگ منحرف ہوجائیں تو احرار تمام مسلمانوں کی طاقت ساتھ لے کر ان کو حکومت الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں''۔ (انوار عثمانی ص ۱۷۱)

علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس خطرہ کو بھی محسوس کر رہے تھے کہ لیڈروں کے وعدوں پر زیادہ اعتماد نہیں کرنا چاہیے اس لیے صاف طور پر فرمادیا کہ:

''اگر یہ لوگ منحرف ہوجائیں تو تمام مسلمانوں کی طاقت سے ان کو حکومت الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں''۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ متحدہ ہندوستان میں اس کا تصور بھی ممکن نہیں تھا، آج کل جو یہ کہا جا رہا ہے کہ علامہ عثمانی لیگیوں کے دھوکہ میں آگئے یہ واقعہ کے خلاف ہے، وہ اس خطرہ سے خالی الذہن نہیں تھے کہ یہ اپنے وعدوں سے منحرف بھی ہو سکتے

ہیں مگران پردارومدار نہیں ہے نہ ان کے اپنے اوپراسلام نافذکرنے پرمدار ہے ۔ مدار ایک خطہ کے علیحدہ ہونے اوراس کے بسنے والے جمہور مسلمانوں پر ہے ، لیکن اگر جمہور مسلمان ہی اسلامی نظام کانفاذ نہ چاہیں توپھراصحاب اقتدار کے وجود پراسلام نافذ ہونے سے بھی ملک میں اسلام نافذ نہیں ہوسکتاکیونکہ حکومتیں نیچے سے عوام کے ذریعہ بنتی ہیں جس طرح کے عوام ہوں گے اوروہ اپنے نمائندے قومی اسمبلی میں بھیجیں گے اسی طرح کانظام ملک میں نافذ ہوگا۔

پھریہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جواپنے وجودپراسلام نافذ نہیں کرسکتے یانہیں کرتے تووہ دوسروں کے لیے اسلامی قواعد نہیں بناسکتے ، ایسے ہی لوگوں نے کئی قانون پاکستان میں اسلامی بنائے ہیں جن کاانکارنہیں کیاجاسکتا،اوران اللہ لیؤید ھٰذاالدین بالرجل الفاجر کاظہورہواہے۔

اوراب بھی اس کاامکان ہے کہ اس خطہ میں مخلصانہ کوشش سب مسلمان مل کرکریں ،تواسلام کانفاذ کلی طورپرضرورہوسکتاہے، جزئی طورپراب بھی ہورہاہے مگراس کی بھی سرے سے نفی کی جارہی ہے اورکفران نعمت کیاجارہاہے ، فالی اللہ المشتکیٰ وھوالموفق والمعین ۔

علامہ شبیراحمدعثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اوران کے رفقاء کارکی ان تھک محنتوں اور کوششوں سے ہی غیراسلامی طاقتوں اوراندرونی اوربیرونی سازشوں کے علی الرغم ایسے ہی بے عمل لوگوں کے ذریعہ سیکولرنظریہ سے پاکستان کونجات دلاکراوران سے ''قراردادمقاصد''قومی اسمبلی میں منظورکرائی اورخوداسمبلی میں ''روشنی کامینار'' کے عنوان پرتقریرفرمائی جوآج بھی مطبوعہ ملتی ہے اورکئی اسلامی اصول تسلیم کرائے پھران کے مایوس ہونے کے کیامعنیٰ ہیں البتہ جس گرم جوشی سے قائدین نے تحریک

پاکستان میں اسلامی نفاذ کا مظاہرہ کیا تھا حضرت مولانا مرحوم کو اس کے فقدان کی شکایت تھی اور ہونی چاہیے تھی اس کو ناامیدی سے تعبیر کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا اور وہ ناامید بھی ہو گئے ہوں تو بھی کسی خاص شخصیت خواہ وہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو سیاسی ہو یا مذہبی اس کے اوپر پاکستان ، اور نظام اسلام کا دارومدار نہیں اس کا دارومدار عوام مسلمانوں پر ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ لاہور میں اس غلط فہمی کو پہلے ہی دور فرما دیا تھا کہ پاکستان بنتے ہی بلاتاخیر اس خطے میں خلافت راشدہ کی حکومت قائم ہو جائے گی علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''پاکستان ایک اصطلاحی نام ہے یہ نام سن کر کسی شخص کو بھی یہ غلط فہمی یا خوش فہمی پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ اس خطہ میں فوراً بلاتاخیر خلافت راشدہ یا خالص قرآنی اور اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی ، ضرورت سے زیادہ امیدیں دلانا یا توقعات باندھنا کسی عاقبت اندیش حقیقت پسند کے لیے زیبا نہیں ، ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان ایسا ابتدائی قدم ہے ، جو انجام کار قرآنی اصول کے مطابق احکم الحاکمین کی حکومت عادلہ قائم ہونے پر کسی وقت منتج ہو سکتا ہے ، جس کے قیام کا نام نہاد متحدہ قومیت کی حکومت کے ذریعہ بظاہر کوئی امکان نہیں''۔ (حیات عثمانی ص ۴۹۰)

کس قدر واضح اور غیر مبہم الفاظ میں فرمایا جا رہا ہے کہ :

''پاکستان کا نام سنتے ہیں کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ بلاتاخیر فوراً اس میں خلافت راشدہ قائم ہو جائے گی''۔ تو پھر وہ خود ہی پاکستان بنتے ہی اس میں خلافت راشدہ قائم نہ ہونے سے کیسے مایوس ہو سکتے تھے اس سے تو وہ دوسروں کو منع کر رہے تھے ۔ پاکستان بننے کے بعد وہ تقریباً دو سال زندہ رہے اس میں اپنی کوششیں جاری رکھیں ، کانفرنسوں اور جلسوں کے ذریعہ اسلامی نظام کے لیے مساعی اور کوشش کرتے

رہے اور حکومت سے بھی بہت سی باتیں تسلیم کرالیں پھر مایوسی کا کیا موقع تھا جبکہ حالات یہ تھے کہ لاکھوں مہاجروں کا بوجھ پاکستان پر ڈال دیا گیا اور کشمیر کا جنگ اس پر مسلط کر دیا گیا تا کہ یہ نوزائیدہ حکومت ختم ہوجائے اور بوجھ کو برداشت نہ کر سکے ایسے حالات میں علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسلامی نظام کے قیام سے ناامید ہوجانا قابل فہم بات ہے، واللہ اعلم کس سیاق میں علامہ عثمانی نے یہ بات کہی ہوگی جس کو یہ کانگریس کے لوگ لے اڑے اور آپ حضرات بھی متاثر ہوگئے۔

علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت عظیم تھی مگر ان کی جوانی کا سارا وزن جمعیت علماء ہند کی تائید میں گزرا وہ محض پالیسیوں سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی ۱۹۴۵ء تک جمعیت علماء ہند کا ہی ساتھ دیتے رہے ہیں اور علامہ صاف طبیعت کے آدمی تھے زود اثر تھے۔ دیوبند دو سال تک ان کی مجالس میں تقریباً روزانہ حاضری ہوتی رہی ہے اور جب حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ دیوبند علامہ کی صدارت جمعیت علماء اسلام کی قرارداد کلکتہ سے لے کر آئے تھے یہ عاجز بھی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشاء کے بعد ان کے مکان پر ساتھ ہی گیا تھا۔

ہم پاکستان کے حامی مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے نہیں ہوئے وہ تو ۱۹۴۵ء میں حامی ہوئے ہیں ہم حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں دو قومی نظریہ اور مسلم لیگ کی حمایت بچپن سے بغیر سوچے سمجھے کرتے رہے ہیں، ہم حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بے دلیل مقلد ہیں اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سیاسی افکار و نظریات کے شارح اور وکیل ہیں یہی حیثیت حضرت والد ماجد مولانا سید عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھی۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت والد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا کرتے

تھے، میرا پندرہ سالہ بچپن کا زمانہ وہیں گزرا ہے ''تذکرۃ الظفر'' میں احقر نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا سیاسی مسلک لکھ دیا ہے۔

استحکام پاکستان کی کانفرنسیں ایسی صورت میں مفید ہو سکتی ہیں جبکہ ان کا طرز مثبت ہو، اغلاط کی اصلاح ہمدردانہ لہجہ میں ہو، چیلنج بازی اور تقابل کی صورت نہ ہو اور جو قوانین صحیح بن گئے ہوں ان کا ذکر تحسین کے ساتھ کھلے دل سے کیا جائے۔ اس کے ساتھ دوسرے قوانین اسلام کا مطالبہ بقاء واستحکام پاکستان کے لیے کیا جائے اور اچھی طرح واضح کیا جائے کہ پاکستان ''دوقومی نظریہ'' پر قائم ہوا ہے اور اسی دوقومی نظریہ پر انتخابات استحکام بلکہ بقاء پاکستان کے لیے ضروری ہیں۔ مشرقی پاکستان میں انتخابات مخلوط طریقہ سے ہوئے اس کا نتیجہ عوامی لیگ کی کامیابی کی صورت میں نکلا اور وہ پاکستان سے کٹ گیا۔

علماء کرام کی تحریک پاکستان میں خدمات کا بھرپور ذکر ہو اس میں تعصب اور گروہ بندی کا لحاظ نہ کیا جائے، پھر اسلامی دستور میں علماء کرام کی جدوجہد کا ذکر بھی ہو اور طعن و تشنیع سے پرہیز کیا جائے۔

ورنہ یہ تو کانفرنسیں علماء کی مفید ہونے کی بجائے مضر ہوں گی اور حکومت اپنے مخالف سمجھے گی۔ یہ ناقص رائے ہے اس پر غور کرلیا جائے تقابل سے احقر کی رائے میں فائدہ نہیں ہوتا۔ فقط والسلام

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علماء اسلام اور سیاسیات حاضرہ

اس وقت عام طور پر تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ طبقوں کے ذہنوں میں یہ سوال بڑی شدت کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ سیاسیات حاضرہ کی شریعت اسلامیہ میں کیا حیثیت ہے؟ اور علماء اسلام کو اس میں کیا کردار ادا کرنا چاہیے؟

اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور کامل نظام حیات ہے، اسلام نے عقائد وعبادات سے لے کر سیاسیات تک زندگی کے تمام شعبوں میں اپنی ہدایات اور تعلیمات سے دین ودنیا کی فلاح وکامیابی کی راہ بتلائی اور اصلاح احوال اور امن وعافیت کا راستہ دکھلایا ہے۔ منجملہ دوسرے شعبوں کے سیاسیات بھی اسلام کا ایک حصہ اور اس کا بہت اہم شعبہ ہے۔ اس شعبہ کو اسلام سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی یہ کہنا شرعی حیثیت سے درست ہو سکتا ہے کہ سیاسیات اور ملکی نظام کو جن خطوط پر بھی استوار کرلیا جائے درست ہے اور اس میں مسلمان آزاد ہے کہ جس طرح چاہے وہ اپنا نظام ملکی قائم کرے۔

سیاسیات کے دو حصے ہیں ایک حصہ سیاست کے احکام شرعیہ پر مشتمل ہے، یہ حصہ شریعت کا جز ہے اور ہر عالم کا فرض منصبی ہے کہ وہ سیاست کے اس حصہ سے واقفیت حاصل کرے اور یہ واقعہ ہے کہ ہر عالم جس نے باقاعدہ طور پر درس نظامی اور کتب عربیہ درسیہ کی تعلیم حاصل کی ہے، وہ علم حدیث وفقہ کے ابواب فقہیہ کے

دوسرے ابواب عبادات وغیرہ کے ساتھ کتاب السیر اور ابواب الجہاد کی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل کرتا اور ان کو بھی پڑھتا ہے، اور کوئی عالم اس سیاست شرعیہ سے ناواقف نہیں ہوتا۔

چنانچہ سیاست شرعیہ کے اس حصہ کی تعلیم وتدریس کا اس زمانہ میں بھی اہتمام والتزام مدارس عربیہ میں قائم رہا جبکہ سطحی نظر سے دیکھنے والے اس کو غیر ضروری سمجھتے تھے اور عام طور پر کہا جاتا تھا کہ اب چونکہ نظام جہاد اور عمل جہاد قائم نہیں رہا اس لیے ان ابواب کی تعلیم کی ضرورت نہیں رہی۔ مگر اہل بصیرت اور پاسبان شریعت کی حقیقت بین نظر نے ہمیشہ شریعت کے اس حصہ کی تعلیم پر زور دیا اور اس کو اپنے درس و تعلیم کا اہم جزء متصور کیے رکھا اور کسی زمانہ میں بھی اس کی تعلیم و تعلم سے دست کشی اختیار نہیں کی بلکہ ہر زمانہ میں ماہر سیاست علماء تیار ہوتے رہے، اس لیے جو لوگ کہتے ہیں کہ علماء کو ماہر سیاست ہونا چاہیے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ علماء ہر زمانہ میں ماہر شریعت ہوتے رہے ہیں اور جو عالم بھی شریعت کا علم پڑھتا ہے وہ سیاست شرعیہ کا علم بھی رکھتا ہے، ایسا کوئی عالم نہیں ہے جو سیاست شرعیہ کا علم نہ رکھتا ہو۔

دوسرا حصہ سیاست کا اس کی تدابیر تحریبیہ پر مشتمل ہے، یہ تدابیر حالات زمانہ کے تقاضوں اور واقعات کے تغیر وتبدل سے بدلتی رہتی ہیں سیاست کا یہ حصہ شریعت کا جزء نہیں اس لیے ہر عالم کا اس میں ماہر اور تجربہ کار ہونا ضروری نہیں ہے۔ چونکہ ان تدابیر میں مہارت وبصیرت حاصل ہونے کے لیے دوسرے اسباب وذرائع کا اختیار کرنا اور تجربہ اور فطری مناسبت کا ہونا ضروری ہے۔ پھر واقعات وحالات سے عملی تعلق اور سابقہ کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سیاست کاایک حصہ علمی حصہ ہے جو شریعت کے دوسرے تمام ابواب کی طرح شریعت کاجزء اوراس کاحصہ ہے ،اورعالم شریعت ہونے کی حیثیت سے اس کاعلم رکھنااوراس سے واقفیت حاصل کرناہرعالم کافرض منصبی ہے۔اس میں کوتاہی کرنااور بے اعتنائی برتناکسی ماہرشریعت عالم کے لیے کسی زمانہ میں بھی روانہیں ہے۔ ہرزمانہ میں اس کے بقاء اور تحفظ کے لیے علمی جدوجہد جاری رہنااورماہرسیات افراد کاتیارکرناضروری ہے۔

قرآن کریم اورحدیث شریف سے استدلال

سورۂ بقرہ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے جہاد کے لیے ایک بادشاہ مقررکرنے کی درخواست کی اورانہوں نے طالوت کوبادشاہ مقررکرنے خبردی۔ (سورۂ بقرہ)

بنی اسرائیل نے باوجودایک نبی مبعوث کے موجودہونے کے اپنی قیادت کے لیے ایک مستقل بادشاہ مقررکرنے کی درخواست کی۔اس سے صاف معلوم ہواکہ ہرنبی کے لیے عملی طورپرسیاست میں قیادت لازم نہیں ہے اورکمال نبوت کے لیے سیاست میں عملاًمہارت ضروری نہیں۔

بنی اسرائیل کے لیے سنۃ اللہ زیادہ تریہی رہی ہے کہ ان کے سیاسی معاملات بادشاہوں سے متعلق ہوتے تھے اوربادشاہ انبیاء علیہم السلام کے مشورہ اورحکم کے مطابق چلتے تھے ،چنانچہ تفسیرمظہری نے بھی ابعث لناملکاً کے تحت یہی لکھا ہے ۔اس سے ثابت ہوگیاکہ سیاست میں تجربہ اورعملی طورپراس میں قیادت نہ کرنا کوئی نقص نہیں ہے ورنہ اس کی نفی کسی نبی سے نہ کی جاتی اوراس کے ہوتے ہوئے دوسرے کوقائدنہ بنایاجاتاکیونکہ کسی نبی میں بھی کی نقص کاہوناجائزنہیں ہے۔

قصۂ تابیر میں حضور ﷺ کا ارشاد انتم اعلم باموردنیاکم ایسے ہی عملی تجربات پر محمول ہے۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ ایسے تجربے اور تدبیریں اپنی ذات میں دنیوی امور ہیں عارض کی وجہ سے دین ہوجاتے ہیں اس لیے ایسے امور کا نہ جاننا اوران میں عملی تجربات نہ ہونا کسی درجہ میں کمالات مقصودہ میں قادح نہیں۔

ازالہ شبہ

اگر کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ امور سیاسیہ بوجہ اپنے آثارنافعہ کے ایک کمال ہے تو اس کا فقدان ایک نقص ہوگا تو یہ حضرات انبیاء علیہم السلام اوران کے وارثوں کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے ؟

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر یہ نقص ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کے لیے کیسے تجویز کیا جاتا اور اوپر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے لیے اس کو ثابت کیا جاچکا ہے۔

دراصل شبہ کی بنا اس پر ہے کہ کمال اور نقص کو آپس میں متناقض سمجھ لیا گیا ہے۔ پھر کمال کے رفع کو نقص کے وضع کے لیے مستلزم قرار دے کر کمال کی نفی سے نقص کا اثبات کردیا گیا۔ حالانکہ کمال اور نقص میں تناقض نہیں بلکہ تضاد ہے اس لیے دونوں کا رفع اور واسطہ کا نکل آنا جائز ہے، جیسا کہ بعثت عامہ کمال ہے مگر اس کا عدم بھی نقص نہیں ہے ورنہ بجز حضور ﷺ کے تمام انبیاء علیہم السلام کا ناقص ہونا لازم آئے گا (نعوذ باللہ منہ) واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔



مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

سفر حرمین شریفین

گزارش احوال واقعی

بفضلہ تعالیٰ وبتوفیقہ احقر کو گزشتہ سال ۲۰۱۲ء میں حرمین شریفین میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تھی اوراحقر نے حسب سابق وہاں اپنے قیام کاسفرنامہ بھی روزنامچہ کے طور قلم بند کرلیا تھا۔ پر اس سفرسعادت سے واپسی پرجدہ سے روانگی کے بعداحقراس کا کچھ حصہ جہاز میں بھی لکھتا رہااور پھر یہ اوراق دوران سفرا پنے سامنے والی سیٹ کی دراز میں رکھ دیے خیال تھا کہ جہاز سے اترتے وقت اٹھالوں گا لیکن جب جہاز لاہور ائیرپورٹ پر اترااور ہم بھی اپنادستی سامان لے کر جہاز سے اترے تواحقر کواپنا یہ سفرنامہ اٹھانا یاد نہ رہا نیچے آگر جب ساراسامان وصول کرلیا تواس وقت یاد آیااحقر نے فوراً جہاز کے متعلقہ افسران سے رابطہ کیااوراپنی سیٹ کانمبر بتایاتوانہوں نے یہ سفرنامہ ازراہ کرم منگوادیاجس سے خوشی ہوئی ،احقر نے اس پران کاشکریہ اداکیااس کے بعد ہم سامان لے کرلاؤنج سے باہر نکلے وہاں پہلے سے برادرم عبدالعظیم وفہیم اوربرخوردار عبدالباسط سلمہم منتظر تھے اوران سے موبائل پر رابطہ بھی ہوچکا تھاسب سے مل کرخوشی ہوئی احقران کے ہمراہ حسن ٹاؤن چلاگیا طے یہ تھا کہ کل برادرعزیزعبدالودود سلمہ بھی جدہ سے لاہور پہنچ جائیں گے ان کے ساتھ ہی احقر ساہی وال روانہ ہوگا چنانچہ حسن ٹاؤن پہنچ کرنمازاداکی ،سفرکی تفصیلات سے عزیزان کوآگاہ کیااور گھر پر خیریت سے پہنچنے کی اطلاع احقرجہاز سے اترتے ہی کرچکا تھا، بحمداللہ وہاں بھی سب خوردو کلاں خیریت سے تھے ۔رات کوبارہ بجے کے قریب احقرلیٹ گیاکچھ ہی دیرگزری تھی کہ برادرعزیزعبدالعظیم

سلمہ نے یہ کہہ کر اٹھادیا کہ بھائی عبدالصبور کی طبیعت زیادہ خراب ہے اور وہ ہسپتال میں ہیں ہمیں ابھی ساہی وال کا سفر کرنا ہے۔ اچانک دی گئی اس خبر سے بے حد پریشان ہوکر اٹھافوراً بھائی عبدالغفور صاحب سے فون پر رابطہ کیاانہوں نے بھی تشویش کااظہار کیااور دعا کے لیے کہا، پھر ہم ساہی وال جانے کے لیے گاڑی کے انتظام میں لگ گئے تھوڑی دیر میں بھائی عبدالغفور صاحب نے اطلاع کی کہ برادر مکرم و معظم انتقال کر گئے ہیں ،انالله واناالیه راجعون ۔اس خبر سے بے حد صدمہ ہوالیکن صبر کے سوا چارہ نہ تھا۔

برادر مکرم جناب حافظ عبدالوحید شاء صاحب زید مجدہم اپنی گاڑی لے کر حسن ٹاؤن پہنچ گئے اور ہم ان کے ساتھ ساہی وال روانہ ہوئے فجر کی نماز سرگودھاادا کی اور پھر ایک گھنٹہ بعد ہم ساہی وال پہنچے گھر کا سارا ماحول سوگوار تھا، احقر بھی صدمہ سے نڈھال اور غم سے چکناچور لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمت دی اور خصوصی دستگیری فرمائی کہ صبر کی توفیق ہوگئی سب کو صبر کی تلقین کی اور احقر نے ہی ان کا جنازہ پڑھایا جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی ،حضرات علماء کرام وطلبہ کا بھی کافی مجمع تھا۔ عصر سے قبل ان کی تدفین قبرستان حقانیہ میں والدین کریمین کے بالکل ساتھ کی گئی ،آج ان کے انتقال کو اگرچہ چودہ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ان کی جدائی کا صدمہ اب تک تازہ ہے ، اللہ تعالیٰ ہمیں صبرواجر سے نوازیں اوران کی زلات وخطاؤں کو معاف فرماکرانہیں راحت وسکون اور بلندی درجات سے سرفراز فرمائیں آمین۔

بات حرمین شریفین کے سفرنامہ کی چل رہی تھی احقر لکھ چکا ہے کہ سفرنامہ جہاز سے اترتے وقت جہاز ہی میں چھوڑ آیا تھالیکن پھر یاد آنے پر وہاں سے منگوالیا گیا تھا، خیال تھا کہ ساہی وال پہنچ کر اس کی تکمیل کر کے حسب سابق اسے مجلہ الحقانیہ میں

شائع کردیا جائے گا لیکن ایسا نہ ہوسکا بھائی صاحب مرحوم کے حادثہ وفات کی وجہ سے احقر کو کچھ ہوش نہ رہا، لاہور سے روانہ ہوتے وقت تو اسے گاڑی میں ساتھ رکھ لیا تھا لیکن ساہی وال پہنچ کر گاڑی سے اترتے وقت کسی کو بھی اس کی طرف توجہ نہ ہوئی اور معروضی حالات میں یہ ممکن بھی نہ تھا اس لیے یہ سفرنامہ بھائی عبدالوحید صاحب کی گاڑی ہی میں رہ گیا جبکہ احقر کا خیال تھا کہ سامان کے ساتھ وہ بھی گھر پہنچ گیا ہے۔ طبیعت بحال ہونے کے بعد کچھ عرصہ گزرنے پر احقر نے پتہ کیا تو سب نے لاعلمی کا اظہار کیا احقر نے سامان میں دیکھنے اور گھر میں تلاش کرنے پر زور دیا کیونکہ میں یہی سمجھتا رہا کہ تلاش کرنے میں سستی ہے اگر صحیح معنٰی میں تلاش ہو تو گھر سے ہی مل جائے گا، یہ کسی کے ذہن میں نہ آیا کہ شاید گاڑی میں نہ رہ گیا ہو۔ بہرحال یہ مسئلہ یوں ہی چلتا رہا اور پورا سال گزر گیا، دو ماہ قبل احقر لاہور حاضر ہوا تو برادرم عبدالوحید صاحب نے خوشخبری سنائی کہ حرمین شریفین کا سفرنامہ میرے پاس محفوظ ہے اور وہ میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اس ''غائب غیر مفقود'' کے اس طرح مل جانے پر غیر معمولی مسرت اور خوشی ہوئی احقر نے اس پر ان کا شکریہ ادا کیا چنانچہ انہوں نے کچھ عرصہ بعد حسب وعدہ اسے ڈاک سے روانہ کردیا اس طرح ٹھیک چودہ ماہ بعد آج یکم جولائی ۲۰۱۳ء کو یہ مجھے موصول ہوا۔ فللہ الحمد ولہ الشکر۔ حذف وترمیم کے بعد اسے اب مجلہ الحقانیہ میں شائع کیا جارہا ہے ، ناظرین کرام کو ذہن میں رہے کہ یہ گزشتہ سال کا سفرنامہ ہے وہ اسی تناظر میں اس کا مطالعہ کریں اور یہ دعا بھی کہ حق تعالیٰ اخلاص وصدق کے ساتھ احقر ناکارہ کو باربار حرمین شریفین کی مقبول حاضری کی توفیق دیں اور غیب سے اس کے اسباب پیدا فرمادیں ،آمین۔ وما ذٰلك على الله بعزيز۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ ۲۱ / شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ بروز سوموار

بعد الحمد والصلوٰۃ :حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس سال بھی حرمین شریفین کی حاضری کا پروگرام بن گیا، احقر کاارادہ مارچ میں سفر کا تھالیکن برادرم مولانااشرف علی صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھاسے معلوم ہواکہ وہ اپریل کی ابتداء میں حرمین شریفین جارہے ہیں ،اس لیے احقرنے بھی ان کے ساتھ ہی سفر کاپروگرام بنالیا۔ برادرموصوف نےاپنے ساتھ اپنے والدماجد، اہلیہ اورہمارے عزیزمحترم مولوی فرحت اکرام سلمہ کے برادرصغیرعبدالخالق صاحب کاویزہ بھی لگوالیا۔ اس طرح ہمارایہ گروپ پانچ افراد پر مشتمل ۸/اپریل ۲۰۱۲ءاتوار۵/جمادی الاولیٰ ۳۳ھ کومدینہ منورہ جانے کے لیے تیارہوگیا۔

احقر۴/اپریل بدھ تین بجے کے بعد گھرسے لاہور کے لیے روانہ ہوا۔ عم محترم جناب سیدعبدالعلیم شاہ صاحب ترمذی مدظلہ ،عزیزعبدالودود سلمہ اور مولانااشرف علی صاحب ہمراہ تھے ، برادران مولاناعبدالصبورصاحب ترمذی،عبدالغفورترمذی،اورعزیز عبداللہ سلمہ ودیگرحضرات نے ہمیں مدینہ ہسپتال کے قریب گاڑی میں بٹھاکرالوداع کیا راستہ میں معلوم ہواکہ برادرم عبدالخالق صاحب اورمیری روانگی کی شب۸/ اپریل کو نہیں بلکہ ۷/اپریل کوہوسکتی ہے ، احقرنے اسے بصدخوشی قبول کیااس طرح مدینہ طیبہ میں ہماری حاضری ایک رات پہلے ہورہی تھی ۔ چنانچہ لاہورحسن ٹاؤن پہنچنے کے بعد عبدالودود سلمہ اورمولانااشرف علی صاحب دفترگئے اورہم دونوں کی ٹکٹیں۷/اپریل کو روانگی کی لے آئے ،جس میں یہ تفصیل درج تھی کہ یہ پروازلاہور سے جدہ روانہ ہوگی ، وہاں اترکردوسری پروازمیں مدینہ طیبہ جاناہوگا۔

۷/اپریل ،۱۴جمادی الاولیٰ ۳۳ھ بروزہفتہ

بعدظہرسوادو بجے کے بعدحسن ٹاؤن سے ہم ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔

مولوی احمد علی سلمہ اور مولوی محمد ابوبکر علوی سلمہ دونوں اپنی گاڑی لے آئے تھے ، ہم سب انہی کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ برادران عبدالعظیم ، محمد تسنیم ، محمد فہیم ، مولانا محمد ظفراللہ اور برخورداران عبدالناصر، عبدالملک ، عبدالباسط سلمہم سب ہی ایئرپورٹ تک ساتھ تھے ۔ پانچ بجے ہم جہاز میں سوار ہوئے جہاز نے بروقت ۵ : ۴۰ پر فلائنگ شروع کی ۵۵ : ۵ پر اس نے لاہور کی سرزمین چھوڑدی اور پرواز کا سلسلہ شروع ہوا ، ہم سب نے سفر کی دعائیں پڑھیں اور سفرپاک کے آغاز پر حق تعالیٰ کا شکرادا کیا ، اس مرتبہ چونکہ نیت مدینہ منورہ کی ہے اس لیے ہم جدہ میں صرف چند گھنٹے رک کر مدینہ منورہ جائیں گے اسی لیے ہم نے عمرہ کا احرام نہیں باندھا۔ حضرت والدماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی عرصہ سے خواہش تھی کہ کبھی براہ راست مدینہ منورہ کا سفر بھی ہو اور مکہ معظمہ سے پہلے روضہ اطہر پر حاضری دی جائے تاکہ شدرحال الیٰ زیارۃ قبر سیدالنساء والرجال کے مسئلہ پر بھی عمل ہوجائے ۔ آخری عمرہ میں آپ کا پختہ ارادہ تھا لیکن پھر نظام سفر میں اس کی ترتیب نہ بن سکی ۔ احقر کا بھی کافی عرصہ سے ارادہ تھا کہ یہ سعادت حاصل ہو بحمداللہ تعالیٰ اس مرتبہ اس سفر مبارک کی ترتیب اسی انداز سے بن گئی اور علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد والاحسن ان یجرد النیۃ پر عمل ممکن ہوگیا فللہ الحمد، حق تعالیٰ مبارک فرمائیں اور دونوں مقامات کی مقبول حاضری نصیب فرمائیں ، آمین۔

بحمداللہ تعالیٰ جہاز بروقت ٹھیک پانچ گھنٹہ میں لاہور سے جدہ پہنچا ، مقامی وقت کے مطابق رات کے نو بج چکے تھے ہم نے اترکرانٹری کرائی اس کے بعد سامان تلاش کرکے مدینہ منورہ کے لیے جدید پرواز کے متعلق معلومات کیں پتہ چلا کہ یہاں سے ٹیکسی پر جدہ میں ہی مدینہ منورہ کے لیے نئے ایئرپورٹ جانا ہوگا چنانچہ ہم نے ٹیکسی پکڑی اور مطار پر پہنچے وہاں کافی وقت لگ گیا ایک بجے شب کے بعد بورڈنگ کارڈ ملا ، اس کے

بعد ہم نے نماز عشاء ادا کی اور پونے دو بجے شب جہاز میں سوار ہوئے ۔ اور اب طیارہ جدہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہورہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ایک گھنٹہ کے بعد مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے ،جو سفر ہمیں چشم و سر کے بل کرنا چاہیے تھا افسوس کہ وہ سفر اب جہاز کے ذریعہ طے ہورہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس جرأت کو معاف فرمائیں اوراس مبارک سفر کے آداب بجالانے کی توفیق دیں آمین ۔ حق تعالیٰ کے فضل سے یہ سفر مبارک مدینہ منورہ سرور دوعالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے ہی ہورہا ہے ،اے کاش کہ قبول ہوجائے ببرکۃ سید ولد عدنان علیہ الف الف تحیۃ وسلام وعلی آلہ واصحابہ البررۃ الکرام الی یوم القیام۔

مدینہ منورہ میں حاضری

مؤرخہ ۱۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ ۸ / اپریل ۲۰۱۲ء بروز اتوار

طیارہ جدہ ائرپورٹ سے مقامی ٹائم کے مطابق ڈھائی بجے کے قریب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا، ساڑھے تین بجے کے قریب مدینہ منورہ ائرپورٹ پر اترا، تمام مسافر بخیریت مدینہ شریف پہنچے ،مدینہ منورہ پہنچ کر جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے ، ہم سب نے یہاں حاضری پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ بھائی عبدالخالق صاحب کے دوست جناب حبیب صاحب لینے کے لیے ائرپورٹ پر پہلے ہی مستعد تھے ان کی وجہ سے ہمیں بڑی ہی سہولت رہی ، انہوں نے فوراً تمام مراحل سے گزار کر مقامی ہوٹل قصر حسن میں پہنچادیا، یہاں پہنچے تو فجر کا وقت قریب تھا ہم نے سامان رکھا اور تیاری کر کے حرم پہنچے تو اذان ہوگئی ، سنتیں ادا کیں اور باب البقیع کے سامنے باہر روضہ اطہر کے پہلو میں نماز فجر باجماعت ادا کی ۔ بعدہ صلاۃ و سلام عرض کیا ، اس وقت رش کی وجہ سے صلاۃ و سلام باب البقیع سے ہی عرض کیاگیا۔ روضہ اطہر کے گنبد مبارک کی

زیارت سے طبیعت باغ باغ ہوگئی اور ساری تکان دور ہوگئی ، خوشی اور مسرت کے جذبات سے دل لبریزہوااور مقصد بھی حاصل ہوگیا، فللہ الحمد ولہ الشکر۔ پھر جناب حبیب صاحب نے ہم سب کوناشتہ کرایااور بلڈنگ پرپہنچاکر تقریباً ایک گھنٹہ محوگفتگورہے پھر تقریباً دوگھنٹہ ہم نے آرام کیااس کے بعد حرم نبوی میں حاضری ہوئی ، ظہرکی نمازادا کی اور صلاۃ وسلام کے لیے مواجہہ شریف پرحاضری دی اس وقت رش کم تھااس لیے تسلی سے صلاۃ وسلام عرض کیااور استشفاع کی درخواست بھی ، پھر شیخین مکرمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں بھی سلام عرض کیا۔ ظہر کے بعد احقر پھر حرم میں حاضر ہوگیا، عشاء کے بعد وہاں سے بلڈنگ پرواپسی ہوئی ۔آج ظہر کے بعد حرم میں مولوی حبیب الرحمٰن سلمہ ساکن تترخیل اور مولوی احتشام الحق چک ۳۳ سرگودھااور مولوی نصیر صاحب سلمہ سے ملاقات ہوئی اوران سے کچھ دیر تک بات بھی ہوئی ۔

۱۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ / ۹ / اپریل ۲۰۱۲ء بروز سوموار

رات تین بجے مولانااشرف علی صاحب بھی مع اپنے والدواہلیہ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے، تین بجے ہی رات ان سے ملاقات ہوئی ۔احقر صبح فجر کی نماز کے بعداشراق تک مسجدنبوی میں ہی ٹھہرارہا۔ ناشتہ کے بعدآرام کیا۔ بعدہ ہم تیاری کرکے حرم میں حاضرہوگئے ،حرم میں ظہرکی نمازتک ٹھہرے رہے اور معمولات ادا کیے ،نماز کے بعدواپس ہونے لگے توجناب مولاناعبدالرحمٰن کوثرحفظہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگئی وہ بڑے پرتپاک اندازمیں ملے ،خیریت دریافت کرنے کے بعدانہوں نے چند مسائل پرتبادلہ خیال کے لیے وقت کا فرمایا۔ احقرنے عرض کیاکہ ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی ایک ہفتہ قیام رہے گااس دوران تفصیلی ملاقات بھی ہوجائے گی اورمسائل پرتبادلہ خیال بھی ۔ پھر ہم اپنی رہائش گاہ پرپہنچ گئے ۔

عصر کے وقت تک آرام کیا عصر پڑھ کر بقیع کی طرف نکل گئے لیکن دیر ہو گئی تھی اس لیے اندر حاضری نہ ہو سکی ، بقیع جانے سے قبل صلاۃ وسلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی تھی اس لیے واپسی پراپنی مقررہ جگہ آ گئے ، اور یہیں اپنے معمولات پورے کیے اور روضہ اقدس کی زیارت بھی کرتے رہے۔

۱۸ / جمادی الاولیٰ ۳۳ھ ۱۰ / اپریل ۲۰۱۲ء بروز منگل

صبح فجر کے وقت تیاری کر کے حرم میں پہنچے ، امام حرم نے فجر کی نماز میں آج دونوں رکعتوں میں طویل قراءت نہیں کی بلکہ طوال متوسط پر عمل کیا ، اس لیے نماز قدرے جلدی مکمل ہوئی ۔ اشراق تک معمولات ادا کیے اور پھر منزل پر آکر ناشتہ کیا۔

آج ظہر کے بعد آرام کا وقت نہیں ملا ، بغیر آرام کیے عصر کے لیے حرم میں حاضری ہوئی ، راستہ میں بارش کے چند قطرات پڑتے رہے ، نماز عصر کے بعد بارش کافی تیز ہو گئی ۔ بعد العصر حرم نبوی میں بخاری شریف کا درس ہوا ، احقر بھی اس میں شامل ہو گیا ، شیخ حفظہ اللہ تعالیٰ نے عبارت سن کر اس کے متعلق مختصر مگر جامع کلام فرمایا ، فصیح و بلیغ عربی میں صاف اور واضح تشریح سن کر طبیعت بہت خوش ہوئی لیکن بعض جگہ زیادہ ہی اختصار معلوم ہوا ، بہرحال کتاب العلم کے آخری چند ابواب پڑھا کر انہوں نے کتاب العلم مکمل کرائی اور دعا بھی کی ہر حدیث پر مختصر کلام کے ساتھ انہوں نے حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت کو بھی بیان فرمایا۔ ہمارے ہاں احادیث کی حد سے زیادہ تفصیلی شرح کا جو طریقہ ہے وہ یہاں نہیں ہے ۔ یہاں نفس عبارت اور اس سے متعلق ضروری وضاحت پر اکتفا کیا جاتا ہے ، متوسط طریقہ سے ہر حدیث پر کلام اور اس کی ضروری شرح کا انداز زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے ، خیر الامور اوساطہا پر ہی عمل ہونا چاہیے ۔ ہر حدیث پر مفصل اور مکمل کلام کرنے سے کتاب کی تکمیل ناممکن ہو جاتی

ہے نتیجۃً آخر سال میں مباحث مکمل طور پر ختم ہوجاتی ہیں اور صرف سرد روایات کا سلسلہ چلتا ہے ، بہرحال یہاں کے طریق تدریس میں اگرچہ بعض مقامات پر زیادہ اختصار ہے لیکن مجموعی طور پر طلبہ کے لیے یہ طریقہ زیادہ مفید ہے ، اس طرح ہر طالب علم آسانی سے کتاب کو سمجھ لیتا ہے اور ضروری تشریح ضبط بھی کرلیتا ہے احقر کو اس درس میں حاضری سے بہت فائدہ محسوس ہوا اور خوشی بھی حق تعالیٰ ہمیں بھی اس کی برکات نصیب فرمائیں ، آمین ثم آمین ۔

۱۹ / جمادی الاولیٰ ۳۳ھ ، ۱۱ / اپریل بروز بدھ

حسب سابق صبح اذان فجر کے وقت حرم میں حاضری ہوئی اور اشراق تک وہیں قیام رہا ، اشراق کے بعد حضرت حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوگئی وہ چند احباب کے ساتھ اشراق پڑھ کر فارغ ہوئے تو احقر اور مولانا اشرف علی صاحب ان سے ملے بڑے خوش ہوئے اور حکیم الامت کانفرنس کی کارروائی سنائی اس میں احقر کی غیر حاضری کا شکوہ بھی کیا ، احقر ان دنوں سفر پر تھا اس لیے اس کانفرنس میں شرکت نہیں کرسکا تھا ۔ پھر اپنی رہائش گاہ ''الاندلس'' پر ساتھ ہی لے گئے اور اجتماع کی کارروائی کی سی ڈی اور کتاب ''شفاء القلوب'' کے علاوہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وعظ فوائد الصحبہ جو اجتماع کے موقع پر برائے تقسیم شائع کیا گیا تھا ، ہمیں دیا ، ہم ان سے رابطہ نمبر لے کر واپس ہوئے اور ناشتہ کیا ۔

فوائد الصحبہ یہ وعظ حضرت مولانا الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نکاح کے موقع پر کاندھلہ میں ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں ہوا تھا ۔ جس پر اب ایک صدی کا طویل زمانہ گزر چکا ہے ۔ اس وعظ کے آخر میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام خلفاء کرام کے اسماء گرامی بھی شائع کیے گئے ہیں ، ان میں احقر کے جد امجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی

رحمہ اللہ تعالیٰ کااسم گرامی بھی موجود ہے ۔آج احقر گیارہ بجے حرم نبوی میں پہنچ گیا، رش بہت کم تھااس لیے بڑے سکون سے صلاۃ وسلام عرض کرنے کوموقع مل گیاشیخین مکرمین کی خدمت میں بھی سلام عرض کیااس کے بعدنوافل اورتلاوت میں مشغولی رہی ، ظہر کے بعد بلڈنگ میں واپسی ہوئی ۔عصر کے وقت ہم حرم پہنچ گئے ، عصر کے بعداحقر نے آج پھردرس بخاری شریف میں شرکت کی شیخ نے کتاب الوضوء پر کلام فرمایااورچند احادیث پڑھائیں اوران کی مناسب تشریح کی آخر میں سوالات کا جواب دیا، واپسی پراحقر نے بھی ان سے مصافحہ کیا،آج شیخ کوپیش کرنے کے لیے ایک سوال بھی احقر نے لکھاتھالیکن جواب کی نوبت آنے سے قبل ہی وقت ختم ہوگیا۔

قاری محمدرفیق صاحب کے فون سے معلوم ہواکہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم جناب مولانا ابوالقاسم صاحب منگل کومدینہ منورہ تشریف لارہے ہیں اورحضرت مولانا مفتی محمدتقی عثمانی مدظلہ بھی اتوارکوجدہ پہنچ رہے ہیں۔حرم سے واپسی پرمولانا عبدالرحمٰن کوثرصاحب سے ملاقات ہوئی توانہوں نے فرمایاکہ میں کل تبوک جارہاہوں پرسوں واپسی ہوگی ۔ہفتہ شام کوگھرپرآپ کی دعوت ہے ۔اس کے بعدہم گھرآگئے اورکھانے کے بعدکچھ دیرمطالعہ کیااورپھرآرام کے لیے لیٹ گئے ،آج چونکہ ناشتہ کے بعدآرام بہت کم ہواتھااس لیے نیندکاغلبہ رہااس لیے جلدی ہی لیٹ گئے آج ظہرسے قبل دارالعلوم کبیروالاسے برخوردارعبدالقدیرسلمہ کافون بھی آیاان کاششماہی امتحان کانتیجہ آج ہی آیاوہ درجہ ممتازمیں پاس ہوگئے ہیں ، فللہ الحمد، اللّٰھم زدفزد۔

۲۰/جمادی الاولیٰ ۳۳ھ ۱۲/اپریل ۲۰۱۲ بروزجمعرات

صبح فجرمیں حرم پہنچااشراق کے بعدواپسی ہوئی ناشتہ کے بعدآرام کیا،آج طبیعت زیادہ تھکی ہوئی تھی اس لیے ساڑھے گیارہ بجے ظہرکے لیے حرم جاناہوا۔ ظہر

کے بعد سلانوالی سے آئے ہوئے برادرم اطہر چوہدری صاحب سے ملاقات ہوئی وہ ایک ماہ کے پیکیج پر اہلیہ کے ساتھ آئے ہوئے ہیں ، اتوار کو مکہ معظمہ جاکر ۲۰/اپریل کو وہاں سے پاکستان جائیں گے ، ان سے مل کر طبیعت خوش ہوئی ان کی پہلی حاضری ہے بڑے شوق سے عبادات میں مصروف ہیں ، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اوردین پر استقامت کی توفیق بھی عطافرمائیں ، آمین ۔آج مغرب کے بعد عزیز مولوی عمر فاروق سلمہ (دارالعلوم مدینہ منورہ) بھی مل گئے عشاء کے بعد ان کے ساتھ دارالعلوم مدینہ منورہ میں جاناہوا، کھاناوہیں کھایا اور رات کاقیام بھی وہیں کیا خوست کے جناب مولانا نعیم صاحب بھی ساتھ تھے۔

۲۱/جمادی الاولیٰ ، ۱۳/اپریل بروز جمعۃ المبارک

فجر حرم میں اداکی اس کے بعد مولوی فاروق صاحب چلے گئے احقر اشراق تک وہیں ٹھہرارہا۔عبدالودود سلمہ سے رابطہ ہواوہ تھوڑی دیر میں ساہی وال سے لاہور روانہ ہورہے ہیں ۔آج شام ۴۰ :۸ پر ان شاء اللہ مع رفقاء لاہور سے جدہ کے لیے روانہ ہوں گے ، اللھم بلغھم بالخیروالعافیہ ، آمین۔

آج جمعۃ المبارک کی وجہ سے ناشتہ کرتے ہی جمعہ کی تیاری کی غسل کے بعد کپڑے تبدیل کرکے احقر حرم حاضر ہوگیا۔ بحمداللہ تعالیٰ آج مواجہہ شریف میں سکون کے ساتھ صلاۃ وسلام عرض کرنے کاموقع مل گیاجس سے طبیعت پر بڑاہی فرحت افزااثر ہوا۔ کاش آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ناکارہ کی یہ حاضری قبول ہوجائے اور سراپا شفقت ، رحمت ورأفت مقدس ہستی کی نظر عنایت اس گناہ گار کو بھی نصیب ہوجائے

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

جمعہ تک حرم ہی میں رہا، تلاوت کلام پاک اوردرود شریف کی کثرت کی

توفیق ملتی رہی، خطیب محترم نے اذان ثانی کے بعد دو خطبے ارشاد فرمائے، پہلے خطبہ میں انہوں نے مسلمانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا، حق تعالیٰ کی صفات میں صفت عذاب سے متعلق بیان کے بعد امم سابقہ پران کی کوتاہی اور حق تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے جو عذاب آیا ان واقعات کو بیان کرکے آنحضرت ﷺ کی امت پر اس طرح کھلا عذاب نہ آنے کا ذکر فرمایا اور پھر احادیث کی روشنی میں انہوں نے اس کی بھی وضاحت کی کہ اس امت پر بھی ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب کے واقعات پیش آئے ہیں پھر امت مسلمہ کو گناہوں سے بچنے کی تاکید کی اور حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ خطبہ بڑا مؤثر اور فصیح و بلیغ تھا انداز بھی خوب پر اثر تھا آخر میں ان کی آواز میں شدت تاثیر سے رونے کی کیفیت بھی واضح طور پر معلوم ہو رہی تھی۔ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے حال زار پر رحم فرمائیں اور کتاب وسنت کی پیروی نصیب کریں اپنے عذاب اور پکڑ سے ہمیں پناہ میں رکھیں، حیاً و میتاً عذاب سے بچائیں، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الف الف صلاۃ وسلام برحمتک یاارحم الراحمین۔

ظہر کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا کہ بھائی عبدالخالق صاحب کھانا لے کر آگئے، جلدی جلدی کچھ کھانا کھا کر وضو کے بعد حرم پہنچ گیا، عصر کی نماز جماعت سے ادا کی، مغرب کے قریب تک صفہ پر تلاوت کی اس سے قبل ریاض الجنہ میں جانے کی کوشش کی لیکن رش زیادہ تھا اس لیے حاضری نہ ہوسکی، مغرب سے کچھ قبل مولانا خان محمد شیرانی صاحب چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان سے ملاقات ہوگئی۔ مولانا اشرف علی صاحب نے ان سے احقر کا تعارف کرایا، ہم عشاء تک اکٹھے ہی رہے، مولانا شیرانی صاحب، علم دوست اور وسیع المطالعہ شخصیت ہیں، اہل علم کے بھی خاصے قدردان ہیں، وضع قطع بالکل سادہ ہے، بڑے ملنسار اور بے تکلف ہیں علمی

سوالات اورمذاکرہ سے بہت خوش ہوتے ہیں ۔ روافض کی تکفیرکے حوالہ سے گفتگوکے دوران معلوم ہواکہ وہ علی الاطلاق شیعہ اثناعشریہ کی تکفیرکے حق میں نہیں بلکہ جن روافض میں عقائدکفریہ پائے جائیں ان کی تکفیرکے قائل ہیں ۔ احقرنے حضرت علامہ لکھنوی ، حضرت شاہ عبدالعزیزاورحضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے بات کی اورعلامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کابھی حوالہ دیاانہوں نے بڑے غورسے انہیں سنا اورپھروہ اپنے مؤقف کی تفصل فرماناچاہ رہے تھے کہ وقت ختم ہوگیا۔ ابھی دودن تک ان کاقیام مدینہ منورہ میں رہے گاشایدپھرکسی وقت مزیدملاقات اور بات ہوجائے ، نمازعشاء کے بعدوہ ہم سے مل کرچلے گئے ۔

۲۲/جمادی الاولیٰ ، ۱۴/اپریل بروزہفتہ

بوقت صبح فجرحرم میں حاضری ہوئی نمازکے کچھ دیربعدناشتہ کیااورپھرہم سب پہلے احدگئے ، وہاں فاتحہ پڑھی سیدالشہداء حضرت امیرحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوردیگرجانثارصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کونذرانہ عقیدت پیش کیااورسلام عرض کیا، احدآکرعجیب کیفیت ہوجاتی ہے ،غزوہ احدکے واقعات دماغ میں گھومنے لگتے ہیں ، حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جانبازی، جانثاری کاتصورآکرآدمی کابڑاہی عجیب حال ہوجاتاہے ۔ یہاں سے مسجدفتح جانا ہوا، اورپھرمسجدقبلتین پہنچ کرنوافل اداکیے اس کے بعدہم مسجدقباپہنچے یہاں بھی نوافل پڑھے اوردعائیں کیں ،اللہ یتقبل ،آمین ۔ واپسی میں مسجدجمعہ کودیکھتے ہوئے رہائش گاہ پرپہنچے کچھ دیرآرام کیااورتیاری کے بعداحقرحرم پہنچا۔ عصرکے بعدبقیع الغرقدحاضری رہی مولانااشرف علی صاحب بھی ہمراہ تھے ،حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اوراہل بیت عظام کے مزارات پرفاتحہ پڑھی بالخصوص حضرت سیدناعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرقدمبارک پرحاضرہوکرماتیسرمن القرآن الکریم پڑھا، سلام پیش

کیااور واپسی ہوئی ، عشاء تک حرم ہی میں دیگر معمولات ادا کیے۔

عشاء کے بعد حسب پروگرام احقر اور گجرانوالہ کے مولوی احسان شاکر صاحب مولانا عبدالرحمٰن کوثر کے ہمراہ ان کے گھر حاضر ہوئے کافی دیر گفتگو رہی بعض مسائل پر بھی انہوں نے مشورہ کیا اور احقر کی رائے طلب کی اور پھر جامع الفتاویٰ کا کام بھی دکھایا، بندہ نے انہیں مشورہ دیا کہ اس کا نام ''موسوعۃ الفتاویٰ'' رکھ دیا جائے انہوں نے اسے پسند فرمایا پھر کئی موضوعات پر باتیں ہوئیں ، احقر نے انہیں الحقانیہ کے شمارے پیش کیے ان میں وہ شمارہ بھی شامل تھا جس میں گزشتہ سال کی حاضری حرمین کا ذکر ہے ، واپسی پر انہوں نے بھی اپنی کتاب پیش کی اور ہمیں رہائش گاہ تک پہنچا گئے ، جزاہ اللہ خیراً۔

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۵ / اپریل بروز اتوار

صبح حسب سابق حرم میں نماز فجر ادا کر کے اشراق کے بعد واپسی ہوئی ، ناشتہ کیا عبدالودود سلمہ سے رابطہ ہوا انہوں نے رات عمرہ کر لیا ہے ، آج مکہ معظمہ ٹھہر کر کل صبح مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوں گے۔ عصر کے وقت احقر حرم حاضر ہوا ، بعد العصر ریاض الجنۃ میں تلاوت اور دعا کی سعادت مل گئی ، عشاء تک حرم میں حاضری رہی اور صلاۃ و سلام کا بھی موقع ملتا رہا۔

۲۴ / جمادی الاولیٰ ، ۱۶ / اپریل بروز سوموار

فجر کی نماز کے لیے تیاری کی حرم پہنچا اور جماعت سے نماز ادا کی ، اشراق کے بعد واپس آکر ناشتہ کیا اس کے بعد آرام کیا گیا۔

مولوی فاروق سلمہ نے فون پر بتایا کہ آج جناب محترم مولانا عبدالمجید جامی صاحب مدظلہ کی طرف سے دعوت ہے ، مطعم راوی پر جانا ہے ہم مسجد سے باہر نکلے

مولاناجامی صاحب بھی سلام عرض کرکے باہر آگئے ، ملاقات ہوئی تو بڑے خوش ہوئے اوراپنے ساتھ گاڑی میں لے گئے ،مولاناعبدالمجیدصاحب اورنعیم صاحب افغانی بھی ہمراہ تھے ، مطعم راوی پربڑاہی پرتکلف کھاناکھلایااوراپنے اکابرومشائخ کے ایمان افروز واقعات بھی سناتے رہے۔خاص طور پرحضرت علامہ افغانی اورحضرت مولاناعبداللہ بہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات وواقعات بڑی محبت اوردلچسپی سے سنائے پھرجناب میراں جاویدصاحب پہنچ گئے اوراپنے گھرلے گئے ہم وہاں کچھ دیربیں بیٹھے تھے کہ مولاناجامی صاحب دوبارہ احقرکولینے آگئے ،احقران کے ہمراہ اپنی منزل پرآگیا،راستہ میں انہوں نے ایک جگہ گاڑی روک دی اورحسب سابق بزرگوں کے حالات وواقعات سناتے رہے اورپھراچانک احقرسے دریافت کیاکہ کیاآپ سیدہیں ؟احقرنے اثبات میں جواب دیابڑے خوش ہوئے ،انہوں نے احقرکومبارک دی اوراحقرکاہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کرایک عظیم خوشخبری سنائی اوراسے باربار دہراتے رہے ،اورپوچھاکہ کیاآپ سمجھے ؟احقربحمداللہ کچھ سمجھ توگیاتھالیکن اپنی زبان سے بتانے کی ہمت نہیں ہورہی تھی ، پھرانہوں نے میرے عرض کرنے پروضاحت کی اس سے احقرکی عجیب کیفیت ہوگئی ، اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کے حق میں اسے نیک فال بنائے اورفلاح دارین کاذریعہ بھی آمین ثم آمین بحرمۃالنبی الکریم علیہ الف الف صلاۃ وتسلیم برحمتک یاارحم الراحمین ۔

احقرمطعم راوی سے نکل رہاتھاکہ قاری اسامہ رفیق سلمہ نے فون پربتایاکہ شیخ خالدحکمی کاخیال ہے کہ بدھ یاجمعرات سے جدہ میں حدیث پاک کی کسی کتاب کی تلاوت کاسلسلہ شروع کیاجائے لیکن اس کے لیے مشورہ احقرکے مکہ معظمہ پہنچنے پرکیاجائے گا۔احقرنے بھی اس کی تائیدکی ۔ارادہ ہے کہ مکہ معظمہ پہنچ کراس کی ترتیب بنالی جائے گی ان شاءاللہ تعالیٰ ۔

روانگی ازمدینہ منورہ برائے مکہ معظمہ زادھااللہ شرفاً وتنویرا
۲۵/جمادی الاولیٰ، ۱۷/اپریل بروز منگل

صبح نوافل حرم نبوی میں ادا کیے اذان کے بعد سنتیں پڑھیں اور پھر جماعت سے نماز ادا کی اشراق سے قبل صلاۃ وسلام بھی عرض کرنے کے لیے موجہ شریف میں حاضری دی اور استشفاع کی درخواست بھی خدمت اقدس میں پیش کی، چونکہ آج مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ روانہ ہونا تھا اس لیے جس قدر ہوسکا عجزوانکساری کے ساتھ توبہ واستغفار کیا اور آنحضرت ﷺ سے بھی اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا کی درخواست بصد عجزونیاز پیش کی اور دوبارہ خدمت اقدس میں حاضری کی پرزور تمنا کے ساتھ فی الحال بادل ناخواستہ واپسی کی اجازت چاہی اس کے بعد یہاں حاضری کی کوتاہیوں پر حق تعالیٰ سے معافی طلب کی اور دل سے دعا کی کہ حق تعالیٰ مکہ معظمہ کی مقبول حاضری اور عمرہ کی عبادت کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی توفیق دیں اور قبول فرمالیں، آمین۔

افسوس کہ مدینہ طیبہ سے رخصت ہونے کا وقت آگیا اور آٹھ دن یوں لگتا ہے کہ پلک جھپکتے ہی گزر گئے اور ہم نے کوئی قدر نہ کی ع حیف درچشم زدن صحبت یار آخر شد اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں اور یہاں کے آداب بجالانے کی توفیق سے سب کو بہرہ ور فرمائیں، آمین۔ اس کے باوجود حق تعالیٰ کا شکر کس طرح ادا کیا جائے کہ اس نے یہاں کی حاضری کی سعادت عطا فرمادی جو محض ان کا فضل وکرم ہے ورنہ

ع چہ نسبت خاک را باعالم پاک

آقائے دوجہاں ﷺ کے دربار میں حاضری بھی انہی کا فضل ہے

ع یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے

ورنہ اپنے گناہوں کے ساتھ ان کی خدمت اقدس میں حاضری کی جرأت یقیناً قابل مؤاخذہ ہے ، ولٰکن اللہ ذو فضل علی العالمین۔

مکہ معظمہ زادھا اللہ تعظیماً و شرفاً و تکریماً میں حاضری

گیارہ بجے ہم گاڑی میں بیٹھ کر مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے مدینہ طیبہ کے فراق پر دل کی کیفیت بڑی ہی عجیب تھی اور ہم دل سے دعائیں کر رہے تھے کہ حق تعالیٰ دوبارہ پھر یہاں کی مقبول حاضریاں نصیب فرمائیں۔ایک ایک چیز کو دیکھتے ہوئے دعاء کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو رہے تھے ۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر نوافل ادا کیے اور عمرہ کی نیت کی جبکہ احرام کی چادریں ہم نے مدینہ طیبہ ہی میں پہن لی تھیں ، اب ہم محرم ہو چکے تھے اور احرام کی تمام پابندیاں ہم پر عائد ہو چکی تھیں تلبیہ پڑھتے ہوئے سفر کا آغاز کیا سفر کی دعائیں پڑھیں یہ میقات سب سے لمبی میقات ہے اس لیے یہاں سے احرام کے بعد عمرہ کو بڑا عمرہ کہا جاتا ہے۔ گاڑی کا ڈرائیور بڑا بااخلاق تھا اس نے سفر میں ہماری راحت کا پوری طرح خیال رکھا، راستہ میں ظہر کی نماز ہم نے باجماعت ادا کی ، مکہ معظمہ حدود حرم میں پہنچے تو عصر کا وقت شروع ہو چکا تھا، داخلہ کی دعائیں پڑھیں اور بڑی خوشی اور مسرت محسوس ہوئی دل کو بڑا سکون محسوس ہوا۔ ہوٹل میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں جگہ نہیں ۔ سامان یہیں رکھا عصر کی نماز ادا کی اس کے بعد ہم باب عبدالعزیز سے مسجد الحرام میں داخل ہوئے ۔ بیت اللہ شریف کے سامنے پہنچ کر پہلی نظر پر خوب دعائیں کیں ،اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں ۔ پھر احقر اور عبدالخالق صاحب نے اضطباع کیا اور حجر اسود کے استلام کے بعد طواف شروع کیا چونکہ یہ پہلی مرتبہ طواف کر رہے تھے اس لیے احقر نے مکمل طور پر انہیں اپنے ساتھ رکھا اور رہنمائی کی آدھ گھنٹہ میں طواف بڑی سہولت سے مع ادعیہ مکمل ہوا۔ عصر کے بعد نوافل نہیں

پڑھنے تھے اس لیے ہم مسعیٰ کی طرف چلے گئے اور بحمداللہ مسعیٰ کے سات چکر پورے کیے ، ساتھ ساتھ دعائیں بھی ہوتی رہیں ، سعی ختم ہوتے ہی اذان مغرب ہوگئی ، پہلے مغرب پڑھی واجب الطواف اور بقیہ سنتیں اور نوافل ادا کیے ، پھر حلق کرایااور عشاء ادا کی عشاء کے بعد بلڈنگ پہنچے تو اس میں ایک کمرہ مل گیا، فللہ الحمد۔

۲۶ / جمادی الاولیٰ ،۱۸ / اپریل بروز بدھ

صبح نماز فجر حرم میں ادا کی ، طبیعت میں تھکاوٹ زیادہ تھی اس لیے ناشتہ کیے بغیر لیٹ گئے اور دس بجے کے بعد ناشتہ کرکے حرم پہنچ گئے ، ظہر کے بعد تھوڑی دیر کے لیے واپسی ہوئی ۔ جناب اصغر صاحب نے جدہ سے فون کیااور پاکستان سے بھائی محمدصدیق شاہ کا فون آیاوہ ۲ / مئی کو بفضلہ تعالیٰ عمرہ کے لیے آرہے ہیں ۔ عبدالودود سلمہ نے مدینہ طیبہ سے فون پرخیریت دریافت کی ، جناب محترم قاری محمدرفیق صاحب نے جدہ سے فون کیاان کے بیٹے عزیزمعاذ سلمہ نے بھی رابطہ کیا۔ عصر کی نماز حرم میں ادا کرکے طواف کیااس میں خوب دعائیں کیں ، حق تعالیٰ قبول فرمائیں ۔ عشاء کے بعد واپسی ہوئی

۲۷ / جمادی الاولیٰ ، ۱۹ / اپریل جمعرات

صبح فجر پڑھ کرآرام کیاپھر نو بجے بعد ناشتہ حرم پہنچے، ظہر کے بعد عصر تک اسلامی بینکاری نظام پر نجی گفتگو رہی ، ہمارے ساتھ ٹھہرے ہوئے پنڈی کے جناب صدیقی صاحب اس کے حق میں نہیں تھے وہ اسے خالصۃً سود بتلارہے تھے جبکہ بھائی عبدالخالق صاحب کاموقف اس کے بالکل برعکس تھا،احقرنے بھی ان کی تائید کی اوراسلامی بینکاری نظام کی وضاحت کی ۔ عصر حرم میں اداکرکے مختصرکھانا ہواپھرعشاء تک حرم میں رہاعصر کے بعدطواف بھی کیامغرب کے بعدمولوی عمرفاروق سلمہ حرم

میں مل گئے بچے بھی ساتھ تھے ، عشاء تک وہ احقر کے ساتھ رہے عشاء کے بعد مولانا اشرف علی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی ۔ عشاء کے بعد برخوردار عبدالناصر سلمہ نے فون کیا، برادر معظم مولانا عبدالصبور صاحب ترمذی نے بھی فون پر خیریت دریافت کی ۔ قاری محمد رفیق صاحب نے جدہ سے فون پر اطلاع کی کہ وہ عشاء کے بعد مکہ معظمہ آرہے ہیں ،چنانچہ قاری صاحب موصوف بارہ بجے کے قریب تشریف لائے اور کافی دیر تک رہے ،ان کے بیٹے عزیز معاذ سلمہ بھی ساتھ تھے ان سے مختلف موضوعات پر کافی دیر تک گفتگو رہی ۔

۲۸ / جمادی الاولیٰ ، ۲۰ / اپریل بروز جمعۃ المبارک

صبح فجر میں حرم حاضری ہوئی ،امام صاحب نے حسب معمول سورہ حم سجدہ کی تلاوت شروع فرمادی ۔ احقر نے اپنے رفقاء کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ یہاں جمعہ کے روز فجر میں ان حضرات کا معمول یہی ہے اس لیے آیت سجدہ پر رکوع میں جانے کے بجائے سجدہ میں جانا چاہیے ،چنانچہ ہمارے رفقاء نے اسی پر عمل کیا اوران کی نمازیں صحیح رہیں ۔ لیکن باقی لاکھوں مسلمان بجائے سجدہ کے رکوع میں چلے گئے ،امام صاحب سجدہ سے کھڑے ہوئے تو یہ حضرات رکوع سے پھر قیام میں لوٹ آئے اس طرح ان کا سجدہ تلاوت چھوٹ گیا جس کی بنیادی وجہ جہالت ہے کہ انہیں مسائل کا علم نہیں اور پھر انہیں کسی اعلان وغیرہ کے ذریعہ بتایا بھی نہیں جاتا کہ آج نمازمیں مثلاً پہلی رکعت میں سجدہ تلاوت بھی ہے تاکہ وہ رکوع کے بجائے سجدہ میں چلے جائیں ،سجدہ تلاوت واجب ہے اورواجب چھوٹ جانے سے نمازواجب الاعادہ ہے اس طرح لاکھوں مسلمانوں کے ذمہ نماز کااعادہ واجب ہوگا لیکن انہیں اس مسئلہ کا بھی علم نہیں اس لیے سب واجب کے تارک اورگنہگار ہوں گے اس سے بڑاافسوس ہوا کہ کتنے لوگ

اہتمام سے نمازیں شامل ہوئے لیکن نتیجۃً ان کی نمازہی ناقص رہی اور بعض کی فاسد ہوگئی ،اناللہ وانااليه راجعون ،والی اللہ المشتکیٰ ۔ نماز جیسے اہم فریضہ سے متعلق یہ کوتاہی انتہائی افسوس ناک ہے ،ائمہ حرم کوعوام کی جہالت غالبہ کی وجہ سے خودہی اس کاخیال کرناچاہیے ،ایک مستحب پرعمل کی وجہ سے اگرلاکھوں لوگوں کی نماز ہی فاسد ہورہی ہوتواس مستحب کوترک کردینابہترمعلوم ہوتاہے کاش یہ حضرات اس کی طرف توجہ فرمالیں ورنہ عوام کی نمازوں کااللہ ہی حافظ ہے۔

آج جمعۃ المبارک کی وجہ سے جلدی ناشتہ کیااورحرم پہنچا،وہاں معمولات پورے کیے ،خطیب محترم نے بڑاعظیم خطبہ دیااورنمازپڑھائی ،نمازکے بعداحقربلڈنگ پر پہنچا،پھرعصرکاوقت آگیااور ہم حرم چلے گئے عصرکے بعدجدہ سے شیخ خالد حکمی حفظہ اللہ تشریف لے آئے ،احقران کے ساتھ عزیزیہ مکہ معظمہ میں شیخ ناصرحفظہ اللہ کے ہاں چلا گیاوہاں قبیل مغرب تک ٹھہرادرس حدیث کے متعلق مشورہ ہوا، طے پایاکہ کل سے تین روزشیخ ناصرکے ہاں اورپھرتین روزجدہ میں قراءت حدیث کا سلسلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ آسان فرمائےاور برکت دیں ،آمین۔اس کے بعدعزیزعادل سلمہ کے ساتھ احقرحرم واپس آگیا، اورعشاء تک یہیں رہا۔ مغرب کے بعدحرم میں ایک صاحب نے تفسیرکا اردومیں درس دیااورپھرسوالوں کاجواب بھی دیا،احناف اور تبلیغی جماعت کے بارہ میں یہ خاصے متشددہیں ، دونوں پرکھل کرتنقیدکرتے ہیں اور خلاف واقعہ امور ان کی طرف منسوب کرکے ان پربےجااعتراض کرتے ہیں ان کا مقصدحضرت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلدین سے مسلمانوں کو متنفرکرنااور تبلیغی جماعت کے خلاف مسلمانوں کوورغلاناہے ،حرم کی مقدس سرزمین پریہ پروپیگنڈہ ازحدافسوسناک ہے اس لیے احقرکواس سے دکھ اورافسوس ہواحق تعالیٰ ان کے حال زارپررحم فرمائیں،آمین۔

۲۹ / جمادی الاولیٰ ، ۲۱ / اپریل بروز ہفتہ

رات چونکہ بہت دیر سے لیٹے تھے اس لیے نماز فجر پڑھتے ہی لیٹ گئے ، گیارہ بجے صدیقی صاحب کی طرف سے کھانا ہوا پھر سب حرم چلے گئے ،آج راجہ صاحب اور صدیقی صاحب کی پاکستان واپسی تھی اس لیے یہ حضرات نماز کے بعد جلدی واپس آگئے ہم جب بلڈنگ پر پہنچے تو یہ اپنا سامان اتار چکے تھے ، ہم بس کے اڈے تک انہیں پہنچانے گئے اور الوداعی ملاقات کی ، صدیقی صاحب نے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور راجہ صاحب نے بھی بہت محبت کا معاملہ کیا اس طرح یہ حضرات ہم سے رخصت ہوئے ، حق تعالیٰ انہیں خیر وعافیت سے اپنے گھروں تک پہنچائیں ۔ عصر کے وقت ہم حرم میں پہنچے ۔ عصر کے بعد ہم نے کھانا کھایا اور پھر حرم آگئے اپنے معمولات ادا کیے اور عشاء کی نماز تک حرم میں ہی رہے ۔

آغاز مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

عشاء کے بعد عزیز عادل سلمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ احقر شیخ ناصر حفظہ اللہ تعالیٰ کے مکان پر پہنچا، طلبہ بھی وہاں موجود تھے باہم مشورہ سے مؤطا امام محمد کی قراءت کا آغاز ہوا ، تقریباً تین گھنٹے میں ۴۴۰ احادیث مکمل ہوئیں بعض مقامات پر احقر نے تعلیقات بھی کیں ، درمیان میں کھانے کا وقفہ بھی ہوا ،اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو مبارک فرمائیں اور بخیریت تکمیل کرادیں ،عزیز عادل سلمہ اس کے بعد احقر کو رہائش گاہ پر پہنچا گئے ۔

۳۰ / جمادی الاولیٰ ، ۲۲ / اپریل بروز اتوار

صبح فجر کے بعد آرام کیا کیونکہ رات دیر سے واپسی ہوئی اس لیے نیند کا غلبہ تھا ، بہرحال سونے کا کافی موقع مل گیا ، دس بجے اٹھے تیاری کی اور احقر حرم پہنچ گیا ۔ قاری محمد رفیق صاحب نے فون پر بتایا کہ دیوبند کے مہتمم صاحب مد ظلہم فندق تاج میں

ہماری رہائش گاہ کے قریب ٹھہرے ہوئے ہیں ،احقرنے رابطہ کیالیکن ابھی تک رابطہ نہیں ہوسکاظہرکے بعد غالباً وہ آرام فرماتے ہیں اس لیے امید ہے کہ عصرکے بعد ملاقات ہوجائے گی ۔

ظہرسے قبل گھرسے فون پرخیریت معلوم ہوئی ، برخوردارعبدالواسع اورعائشہ سلمہانے بھی دعاؤں کے لیے کہا۔ظہرکی نمازحرم میں اداکی اس کے بعد دارالعلوم دیوبندکے مہتمم جناب حضرت مولاناابوالقاسم صاحب مدظلہم کی ملاقات کے لیے احقر فندق التاج گیالیکن ملاقات نہ ہوسکی ۔قاری رفیق صاحب سے ان کافون نمبرلے کررابطہ کرتارہالیکن اس وقت رابطہ نہ ہوسکاپھر احقرواپس آگیااورعصرکے وقت حرم پہنچ گیا، عصرکے بعدفون پرحضرت مہتمم صاحب سے رابطہ ہوگیاباب عبدالعزیزسے نیچے مطاف میں ان سے ملاقات ہوگئی بڑی محبت سے پیش آئے ۔حضرت جدامجداور والدماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے احقرکاتعارف انہیں قاری رفیق صاحب نے پہلے ہی کرادیاتھابندہ نے بھی کچھ حالات بتائے بہت خوش ہوئے ، کچھ دیرگفتگوکاسلسلہ چلاانہوں نے دیوبند آنے کی دعوت بھی دی اورویزانہ ملنے پرافسوس کااظہار فرمایا، احقرنے ان سے دریافت کیاکہ آپ کی پاکستان تشریف آوری ہوئی یانہیں ؟توانہوں نے فرمایاکہ میں اب تک پاکستان نہیں جاسکاایک دفعہ ویزابھی لگ گیاتھالیکن والدصاحب کی طبیعت ناسازتھی اس لیے سفرنہیں ہوا۔پاکستان میں دینی مدارس کے حالات معلوم ہونے پر بہت مسرت کااظہارفرمایا، حرم میں حضرت مولانامفتی محمدتقی عثمانی مدظلہ سے ملاقات کاذکرفرمایا۔حضرت موصوف نہایت متقی اوردرویش صفت، حلیم الطبع اورانکساری وعاجزی کے پیکرہیں ،اللہ تعالیٰ صحت وعافیت سے عمردرازفرمائیں اورمزیدخدمت کی توفیق دیں۔احقرکی درخواست پرانہوں نے خصوصی دعاؤں سے نوازا، جزاھم اللہ خیراً۔

دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم اسلامی یونیورسٹی کے سربراہ کا جن صفات عالیہ سے متصف ہونا اس ادارہ کے شایان شان ہے۔ بحمداللہ آپ ان صفات سے پورے طور پر متصف ہیں اور ع نہد شاخ پر میوہ سر برزمین کا پورا مصداق ہیں۔ عشاء تک احقر حرم ہی میں رہا، عشاء کے بعد عزیز عادل سلمہ کے ہمراہ شیخ ناصر کے ہاں پہنچا اور بارہ بجے تک مؤطا امام محمد کی قراءت کا سلسلہ رہا آج کتاب الفرائض تک ۷۲۱ر احادیث مکمل ہوئیں، فللہ الحمد ولہ الشکر۔ کل ان شاء اللہ کتاب الفرائض سے آخر کتاب تک کی احادیث مکمل ہوجائیں گی، واپسی میں مطعم سرگودھا (سرزمین حرم پر بھی اپنے ضلع سرگودھا کا نام موجود ہے) میں عزیز عادل سلمہ نے کھانا کھلایا گھر پہنچنے تک ایک بج چکا تھا۔ ڈیڑھ دو بجے تک نیند آئی اور احقر لیٹ گیا۔

یکم جمادی الاخریٰ، ۲۳ر اپریل بروز سوموار

صبح حرم پہنچ کر فجر ادا کی، واپس آکر ناشتہ کیا چونکہ رات دیر سے سویا اس لیے نیند کے غلبہ کی وجہ سے پھر لیٹ گیا، اٹھ کر تیاری کی اور حرم پہنچ گیا عشاء تک وہیں رہا۔ عصر کے بعد طواف کیا اور دو نفل بعد المغرب ادا کیے۔ مناجاۃ مقبول، قصیدہ حسنیٰ اور تلاوت وغیرہ میں مشغولیت رہی دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری رہا، حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور محرومی سے بچائیں، آمین۔ آج بھی مغرب کے بعد حسب معمول فضیلۃ الشیخ مولانا محمد مکی حفظہ اللہ کے درس میں تھوڑی دیر کے لیے شرکت کی اور سوالوں کے جوابات سنے۔

آج ناشتہ کے بعد چھ بجے جناب شبیر خان صاحب سے بھی ملاقات ہوئی وہ پنڈی سے اپنے بیٹے سرفراز اور دختران کے ساتھ آئے ہوئے ہیں، کئی روز سے ملاقات کا خیال تھا لیکن ان سے آج اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ مدینہ طیبہ کے لیے عازم سفر ہیں، اللہ تعالیٰ اس سفر کو مبارک فرمائیں، عشاء کے بعد عادل سلمہ نے

فون کیا کہ وہ مصروفیت کی وجہ سے نہیں پہنچ پا رہے دوسرے ساتھی آپ کو لے لیں گے چنانچہ نماز کے بعد احقر باب فہد پر پہنچا تو ایک دوسرے رفیق لینے کے لیے گاڑی پر تیار تھے، ان کے ساتھ شیخ ناصر کے مکان پر پہنچے سب حضرات منتظر تھے، عادل سلمہ چونکہ شیخ کے کام میں مشغول تھے اس لیے ان کا انتظار رہا اور ان کے آنے پر پونے دس بجے قراءت کا سلسلہ شروع ہوا، بارہ بجے بحمداللہ ۱۰۰۸ احادیث مکمل ہوئیں اور اس طرح مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ دکتور ناصر حفظہ اللہ کی قراءت پر مکمل ہوئی، فللّٰہ الحمد وله الشکر، الحمدللہ الذی بنعمته تتم الصالحات والصلاۃ والسلام علیٰ سید الکائنات وعلیٰ آله واصحابه البررۃ الکرام الیٰ یوم القیام۔

آج کی مجلس حدیث میں جدہ سے برادر عزیز قاری اسامہ رفیق سلمہ بھی گیارہ بجے پہنچ گئے آخری حصہ میں وہ بھی شریک ہوئے، ختم کتاب کے بعد پر تکلف کھانا ہوا اور پھر خاص احباب جنہوں نے پوری کتاب کی قراءت سماعت میں شرکت کی انہیں اسانید دی گئیں، احقر نے ان پر دستخط کئے اور مہر بھی لگائی اور انہیں اجازت بھی دی، اللہ تعالیٰ سب کے لیے مبارک فرمائیں اور بندہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں، آمین۔

اجازۃ مؤطأ الامام مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني رحمه الله

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله, و كفى, وسلامٌ على عباده الذين اصطفى, وعلى آله الأتقياء, أمّا بعد:

فقد قرأ عليّ الاخ الشيخ الفاضل

موطأ الامام مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني من اوله الى آخره. واني اجيزه بما اجازني به اهل العلم الفضلاء فاقول وبالله التوفيق: اخبرنا الشّيخ العلّامة محمّد موسى الرُّوحانِيّ البازِيّ, عن حضرة الشّيخ المفتي علي محمّد الجَتَوْئِيّ, عن حضرة الشّيخ عبدِالحق

نافع البِشاوَرِيّ , عن حضرة الشّيخ المفتى عزيزالرحمن العُثمانِيّ الدّيَوبَنْدِيّ,عن حضرة الشّيخ المحدّثِ محمّد يعقوب النّانَوْتَوِيّ,عن الشّيخ المحدّث الشّاه عبدِالغنى الدِّهْلَوِيّ, عن الشّيخ المحدّث الشّاه أبي سعيد الدِّهْلَوِيّ, عن حضرة الشّيخ سراجِ الهِنْد المحدّثِ الشّاه عبدِالعزيز الدِّهْلَوِيّ, عن حضرة الشّيخ حُجّةِ الإسلام المحدّثِ الشّاه وليّ الله الدِّهْلَوِيّ عن ابيه و عن الشيخ أبي طاهر الكُرْدِيّ,عن أبيه الشيخِ إبراهيمَ الكُرْدِيّ,قال: أخبرنا به شيخُنا الإمام صفيُّ الدّين أحمدُ بن محمّد المَدَنِيّ- قدّس سرُّه- سماعاً عليه بطَرَفٍ مّنه,وإجازةً لّلكل بإجازته العامّة من الشّمسِ الرّمْلِيّ,عن شيخ الإسلام الزينِ زكريا,بن محمدالانصارى عن المُسْنِد محمّدِ بن مُقْبِلن الحَلَبِيّ,عن الصّلاح محمّدِ بن أحمدَ بنِ إبراهيمَ ابن أبي عمرَ,عن الفَخْر أبي الحَسَن عليّ بن أحمدَ البُخارِيّ,عن أبي الفُتُوح الحُصْرِيّ,بسماعه على محمّد بنِ عبدالباقى بنِ البَطِّيّ,بسماعه على أبي الفَضْل أحمدَ بنِ الحَسَن ابن خَيْرُوْنَ,وأبي الحسن عليّ بن الحُسين بنِ أيّوبَ, قالا : أخبرنا أبو طاهر عبدُالغفّار بنُ محمّد بنِ جعفر المؤدِّب, أخبرنا به أبو عليّ محمّدُ ابن أحمدَ ابنِ الحسن الصَّوَّافُ, حدثنا به أبو عليّ مِبشْرُ بن موسى بنِ صالحن الأَسَدِيُّ,حدثنا به أبو جعفرٍ أحمدُ بن محمّد بنِ مِهْرانَ النَّسَوِيُّ, أخبرنابه الإمام ((محمّدُبن الحَسَن)) الشَّيْبانِيّ رحمهم الله تعالى أجمعين.

وأوصيه,ونفسى بتقوى الله فى السِّر,والعَلَن وأن يتبع السّنةَ السَّنِيَّةَ,ويجتنبَ البدعاتَ الشّنيعة وأن لاينسانا ومشايخنا فى دعواته الصالحةِ فى خلواته,وجلواته. وآخرُ دعوانا أن الحمدلله رب العلمين,وصلى الله تعالى على خير خلقه,وعلى آله,وأصحابه أجمعين.

و كتبه عبدُالقدوس بن المفتى عبدالشكور التِّرْمِذِيُّ

خادمُ الحديث الشريفِ والفقه بالجامعة الحقّانِيَّة

ساهِيوال من مُّضافات سَرْ جُوْدَهَا بباكِسْتانَ

آج جامعہ ام القریٰ کے ایک اور استاذ جو شیخ ناصر حفظہ اللہ کے ساتھی ہیں انہوں نے بھی شرکت کی اور چند احادیث پڑھیں۔ تقریباً دو بجے ہم وہاں سے نکلے آج عزیز اسامہ سلمہ جو مکہ معظمہ ہی میں مقیم ہیں اور درس حدیث کی مجلس میں بھی وہ شریک رہے انہوں نے اصرار سے احقر کو اپنی گاڑی میں بٹھایا اور رہائش گاہ پر پہنچایا۔ شیخ ناصر نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قوت المغتذی پر جو تعلیقات لکھی ہیں ان سے متعلق احقر کی تحریر کا انہوں نے مطالبہ کیا، احقر نے وعدہ کرلیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ جب دوبارہ مجلس ہوگی اس وقت انہیں یہ تحریر بھی دے دی جائے گی۔

۲/ جمادی الاخریٰ، ۲۴/ اپریل بروز منگل

صبح فجر کی نماز حرم میں ادا کی اس کے بعد واپس آکر کچھ دیر بعد ناشتہ کیا اور لیٹ گئے، اٹھ کر تیاری کی اور حرم پہنچ گئے ظہر کے بعد کھانا کھایا اور پھر عصر کے قریب حرم میں حاضری ہوئی اور عشاء تک حاضری رہی۔

۳/ جمادی الاخریٰ، ۲۵/ اپریل بروز بدھ

صبح فجر میں حرم میں حاضری ہوئی وہاں سے آکر ناشتہ کیا اور پھر لیٹ گیا۔ ظہر کے بعد حرم سے آکر کھانا کھایا، اور تیاری کر کے حرم پہنچا، عصر کے بعد طواف کیا اور باب کعبہ اور ملتزم کے قریب دعائیں کیں، مغرب سے قبل مدینہ منورہ سے آئے ہوئے ایک صاحب سے ملاقات ہوگئی انہوں نے ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مسئلۃ القرآن ہدیہ میں دی ان سے کافی دیر تک تبادلہ خیال رہا بہت خوش ہوئے، اپنا موبائل نمبر دیا اور مدینہ طیبہ حاضری کی صورت میں رابطہ پر بڑا ہی اصرار کیا۔ عبدالودود سلمہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ پہنچے احقر نے اچانک انہیں مطاف میں دیکھ لیا، عشاء کے بعد وہ عمرہ سے فارغ ہوکر ہماری رہائش گاہ پر آگئے۔ پھر کھانے کے بعد وہ اپنے ہوٹل میں چلے گئے۔

۴/ جمادی الاخریٰ ، ۲۶/ اپریل بروز جمعرات

حسب سابق نماز فجر کے بعد ناشتہ اور پھر آرام کا پروگرام تھالیکن آج نماز کے بعد احقرقاری محمد رفیق صاحب کے فون کی وجہ سے عزیز مولوی محمد معاذ، خباب سلمہا کے انتظار میں تھاان کے ساتھ جدہ جانا تھاچنانچہ وہ نو بجے کے قریب آئے اور احقران کے ہمراہ جدہ چلاگیا، جناب قاری محمد رفیق صاحب کے ہاں پہنچے تو وہ طلبہ کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے کچھ دیر بعد ناشتہ کیااس کے بعد دو گھنٹے کے قریب آرام کیااور ظہر کے بعد محترم جناب عادل صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچے ، انہوں نے بڑا پرتکلف کھانا کھلایااور ہدیہ بھی پیش کیا، کافی دیران سے گفتگو ہوتی رہی عصر کے قریب وہاں سے واپسی ہوئی ۔ واپس آکر نماز پڑھی پھر جناب اصغرخان صاحب جو سیدی حضرت نواب عشرت علی خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاص متعلق اور خلیفہ مجاز ہیں وہ تشریف لے آئے انہوں نے بڑاوقت دیا، مغرب اکٹھے پڑھی اور پھر عشاء بھی عشاء کے بعد ہم سب مخیمات چلے گئے وہاں جمعرات کے اندر بیان کی ترتیب ہوتی ہے آج احقر کا بیان تھا،ایک گھنٹہ احقر نے اصلاح معاشرہ پربیان کیا، کافی حضرات شریک تھے انہوں نے بڑے غور سے سنا اس کااہتمام قاری اسامہ رفیق سلمہ نے کیاتھا بیان کے بعد سوالات کاجواب مفتی عمر صاحب نے دیا، ساڑھے گیارہ بجے فارغ ہوئے بارہ بجے واپس پہنچے کھاناکھایا لیٹتے لیٹتے دو بج گئے ۔ جناب اصغرخان صاحب بہت خوش تھے کیونکہ آج ان کے ساتھ بیٹھنے کا کافی وقت مل گیا اپنے اکابر کے حالات اور تذکرے چلتے رہے جس سے جانبین کوفرحت ہوئی اور ایمان تازہ ہوا۔ دیوبند کے فاضل جناب مولاناشبیر احمد صاحب اور دیگر اہل علم بھی دسترخوان پر تھے ۔ کھانے کے بعدوہ بھی رخصت ہوئے جناب قاری محمد رفیق صاحب نے کھانے کااہتمام فرمایااور مختلف موضوعات پرخوب گفتگو رہی ۔

۵/جمادی الاخریٰ، ۲۷/اپریل بروز جمعۃ المبارک

رات بہت کم نیند کی صبح فجر پڑھتے ہی قاری اسامہ سلمہ کے ہاں جانا ہوا۔ وہاں بھی آرام کا موقع نہیں ملا، نو بجے ناشتہ سے فارغ ہوکر قاری اسامہ سلمہ کا مدرسہ دیکھا اور پھر جناب محمد اکرم صاحب کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوا، بحمداللہ پون گھنٹہ میں ہم بخیریت حرم پہنچ گئے، تیاری کی اور پھر مسجد میں حاضری ہوئی، اذان و خطبہ سے قبل کچھ معمولات پورے کیے اور دعائیں کیں۔ ساڑھے بارہ بجے حضرت خطیب محترم حفظہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو تقویٰ اور شریعت کے مطابق زندگی گزارنے پرزور دیا خطبہ مقفیٰ مسجع اور بڑا فصیح و بلیغ تھا۔

نماز سے فارغ ہوکر ہم منزل پر پہنچے، عبدالودود سلمہ نے بتایا کہ وہ جناب محمد عظیم صاحب کے ساتھ ہیں اس لیے ملاقات عشاء کے وقت ہوگی۔ عبدالخالق صاحب مولانا اشرف علی صاحب بھی عزیزیہ چلے گئے اس کے بعد منیٰ، مزدلفہ، عرفات جانے کا ان کا پروگرام ہے احقران کے ساتھ نہیں گیا۔ صبح محترم جناب چچا عبدالعلیم صاحب، عزیز تسنیم سلمہ نے فون پربات کی اور دعاؤں کا کہا۔ عصر سے عشاء تک احقر حرم میں رہا عصر کے بعد طواف کیا، ڈیرہ غازی خان کے مولانا مفتی خالد صاحب سے ملاقات ہوئی وہ اپنے والد صاحب اور ہمشیرگان کے ساتھ عمرہ پر آئے ہوئے ہیں، انہوں نے چند مسائل بھی دریافت کیے ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی احقر نے بھی دعاؤں کے لیے کہا ان کی بھی یہی فرمائش تھی۔ عشاء سے قبل مولوی عمر فاروق علوی نے بتایا کہ عشاء کے بعد وہ لینے آئیں گے دس بجے کے قریب ان کے گھر جانا ہے، احقر نماز کے بعد راستہ میں تھا کہ برخوردار عبدالملک سلمہ کا فون آیا جس سے گھر کے حالات معلوم ہوکر اطمینان ہوا۔ مولوی عمر فاروق دس بجے کے بعد لینے آئے احقران کے ساتھ عزیزیہ ان

کی رہائش گاہ پر چلا گیا عبدالودود سلمہ اور محمد عظیم صاحب اوران کے داماد بھی پہنچ گئے ، خیال تھا کہ کھانے کے بعد واپسی ہوگی لیکن مولوی عمر فاروق سلمہ نے ٹھہرنے کا اصرار اور تقاضہ کیا، اس لیے رات کا قیام ان کے ہاں ہوا۔ محمد عظیم صاحب کھانا کھانے کے بعد چلے گئے مولوی ابوبکر سلمہ کے ہم زلف دمام سے آئے ہوئے ہیں وہ بھی مولوی عمر فاروق سلمہ کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ہم رات تقریباً ایک بجے تک جاگتے رہے لیکن احقر کو تھکاوٹ تھی اور نیند بھی پوری نہیں ہوئی تھی اس لیے پھر لیٹ گئے اور نماز فجر کے بعد کا نظم بھی یہی طے ہوا تاکہ مکمل آرام کے بعد ناشتہ کیا جائے۔

۶ / جمادی الاخریٰ ،۲۸ / اپریل بروز ہفتہ

صبح اٹھ کر محلہ مسجد الصدیق میں جماعت فجر کی نماز ادا کی ، امام صاحب نے اچھی قراءت کی اس سے دل خوش ہوا۔ لاہور جامعہ قاسمیہ کے مہتمم جناب قاری شاہ محمد صاحب سے بھی ملاقات ہوئی اس کے بعد ہم حسب قرارداد لیٹ گئے اور دس بجے اٹھ کر ناشتہ کیا۔ پھر منیٰ ،مزدلفہ ،عرفات جانے کا پروگرام بن گیا، چنانچہ پہلے منیٰ گئے اور پھر مزدلفہ سے گزرتے ہوئے عرفات پہنچے ۔جمرات کا راستہ بند تھا وہاں نہیں جا سکے مزدلفہ ، منیٰ عرفات میں ریلوے اسٹیشن بھی ملاحظہ کیا اس وقت سڑکیں خالی تھیں اس لیے سارے مقامات واضح طور پر دیکھنے کا موقع ملا۔ عرفات میں مسجد نمرہ بھی چونکہ بند تھی اس لیے دور سے دیکھنے کا موقع ملا۔ جبل رحمت پر جا کر دعاؤں کا بھی خوب موقع مل گیا۔ نہر زبیدہ کے آثار بھی دور تک دکھائی دے رہے تھے ،سنا ہے کہ اسے دوبارہ جاری کیا جا رہا ہے اور اس سے مکہ معظمہ میں پانی کی سپلائی ہوگی اور وہاں پانی کی کمی کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ان مقامات کو دیکھنے سے حج کے دنوں میں یہاں کے اعمال کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ، بہرحال یہ مقامات یقیناً بڑی تاریخ کے حامل ہیں ،

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حج کے موقع پر یہاں کی مقبول حاضریاں نصیب فرمائیں ،آمین۔

وہاں سے واپسی پر جبل ثور اور غار حرا جانے کا پروگرام تھا لیکن صحیح راستہ کی تعین میں دیر لگی اس لیے کدی سے ہوتے ہوئے حرم کی طرف نکل آئے اور پھر ظہر کی نماز منزل پر آکر ادا کی ۔ عصر میں حرم حاضر ہوئے اور عشاء تک وہیں ٹھہرے۔ مغرب سے قبل گھر بات کرنے سے سب کی خیریت کا علم ہوا۔ مغرب کے بعد شیخ محمد مکی صاحب کا بیان بھی سنا، پھر عشاء پڑھ کر احقر عادل سلمہ کے ساتھ شیخ ناصر حفظہ اللہ کے ہاں چلا گیا راستہ میں معلوم ہوا کہ ان کی ساس کا انتقال ہو گیا ہے اس لیے وہ مجلس میں حاضر نہ ہو سکے ۔آج ان کے مکان پر شمائل ترمذی کی قراءت کا پروگرام تھا اس لیے نو بجے کے بعد قراءت شروع ہوئی اور بارہ بجے کے بعد بحمداللہ تعالیٰ شمائل مکمل ہوئی ۔ یہ ۴۱۵/ احادیث پر مشتمل ہے ،حق تعالیٰ نے اس کی قراءت ایک ہی نشست میں مکمل کرادی فللہ الحمد ولہ الشکر۔ پڑھنے والے طلبہ بہت مستعد ہیں انہوں نے بڑی عمدہ قراءت کی اس سے دل خوش ہوا ،جزاھم اللہ خیراً۔ آخر میں اسانید تقسیم کی گئیں اس وقت دکتور شیخ ناصر بھی پہنچ گئے ان سے تعزیت کی ،شمائل ترمذی قراءت گزشتہ سال بھی ان کے مکان پر ہوئی تھی اور وہ اس میں شریک تھے لیکن آج اس عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے ،انہیں اس کا افسوس تھا، احقر نے اپنی تسلی دی اور اس کے بعد احقر نے طلبہ میں اسناد تقسیم کیں اور دستخط کیے اس کے بعد کچھ دیر نجی محفل کا سلسلہ جاری رہا طلبہ کا اصرار تھا کہ میں انہیں اپنا تعارف کراؤں ۔احقر نے حضرت والد صاحب اور جد امجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے انہیں تعارف کرایا انہوں نے بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا مجلس برخاست ہونے سے قبل طے ہوا کہ کل عشاء کے بعد احقر انہیں صحاح ستہ

اور مسلسلات کی اجازت دے گا۔ ان شاء اللہ کل عشاء کے بعد شیخ ناصر کے مکان پر ہی یہ پروگرام منعقد ہو گا بتوفیق اللہ تعالیٰ پھر عزیز عادل سلمہ نے احقر کو رہائش گاہ پر پہنچایا اس وقت ایک بج چکا تھا نیند کافی تاخیر سے آئی۔احقر نے انہیں شمائل ترمذی کی سند دی اس کی نقل یہ ہے :

اجازۃ الشمائل للترمذی

الحمد لله, وكفى, وسلامٌ على عباده الذين اصطفى, وعلى آله الأتقياء, أمّا بعد:

فقد قرأ عليّ الاخ الشيخ الفاضل ....الشمائل للامام الترمذی فی ليلة الثامن من جمادى الآخرة عام ثلاثة وثلاثين واربع مائة والف من هجرة المصطفى بكمة المكرمة شرفها الله فى مجلس الشيخ الفاضل الدكتور ناصر بن محمد الغريبى وفقه الله وانى اجيزه بما اجازنى به اهل العلم الفضلاء واقول وبالله التوفيق:

اخبرنا حضرة الشّيخ العلّامةِ محمّد موسى الرُّوْحانِيّ البازِيّ, عن حضرة الشّيخ المفتى محمّد عليّ الجَنَتوْئِيّ, عن حضرة شيخ الأدب والفقهِ إعزاز عليّ الأَمْرَوْهِيّ, عن حضرة الشّيخ عبدِالمؤمن العُثمانِيّ الدَّيَوْبَنْدِيّ, عن حضرة الشّيخ المحدّثِ محمّد يعقوب النّانَوْتَوِيّ, عن الشّيخ المحدّث الشّاه عبدِالغنيّ الدِّهْلَوِيّ, عن الشّيخ المحدّث الشّاه أبي سعيد الدِّهْلَوِيّ, عن حضرة الشّيخ سراجِ الهِنْد المحدّثِ الشّاه عبدِالعزيز الدِّهْلَوِيّ, عن حضرة الشّيخ حُجّةِ الإسلام المحدّثِ الشّاه وليّ الله الدِّهْلَوِيّ, (ح) عن حضرة شيخ الأدب والفقهِ إعزاز عليّ الأَمْرَوْهِيّ, عن حضرة شيخ الهِنْد محمود حَسَن العُثمانِيّ الدَّيَوْبَنْدِيّ, عن حُجّة الإسلام محمّد قاسم النّانَوْتَوِيّ, عن الشّيخ المحدّث الشّاه عبدِالغنى الدِّهْلَوِيّ, عن الشّيخ المحدّث الشّاه أبي سعيد الدِّهْلَوِيّ, عن حضرة الشّيخ سراجِ الهِنْد المحدّثِ الشّاه عبدِالعزيز الدِّهْلَوِيّ, عن حضرة الشّيخ حُجّةِ الإسلام المحدّثِ الشّاه وليّ الله الدِّهْلَوِيّ, عن

الشّیخ أبی طاهر الکُرْدِیّ, عن أبیه, عن الشیخ أحمدَ بنِ محمّد القُشَاشِیّ, عن الشّیخ أحمدَ بنِ علیّ الشِّنَّاوِیّ, عن وّالدہ, عن الشّیخ عبدِالوهاب الشَّعْرانِیّ, عن الشّیخ زکریا بنِ محمّد الفقیهِ, عن محمّد بن زین العابدین المَراغِیّ العُثمانیّ, عن الشّیخ شَرَفِ الدِّین إسماعیلَ بنِ إبراهیمَ الجَبَرْتِیّ العُقَیلِیّ, عن المُسْنِد أبی الحَسَن علیّ بنِ عمرَ الْوانِیّ, عن محمّدِبن علیّ الطّائِیّ الحاتِمِیّ, عن الشُّیوخ عبدِالوهّاب بنِ علیّ البَغْدادِیّ, عن أبی الفتح عبدِالملك الکَرُوْخِیّ, عن شیخه المحققِ الحافظ أبی إسماعیلَ عبدِ الله بنِ محمّدالأنْصارِیّ عن شیخِ الإسلام, عبدالجبار الجَرَّاحِیّ, عن أبی العبّاس محمّدِبن أحمدَ المَحْبُوبِیّ, عن مّؤلّفه أبی عیسی محمّدِبن عیسی بنِ سَوْرَةَ التِّرْمِذِیّ رحمهم الله تعالی أجمعین رحمةً وّاسعةً دائمةً.

وأوصیه, ونفسی بتقوی الله فی السِّر, والعَلَن وأن یتبع السّنةَ السّنِیَّةَ, ویجتنبَ البدعاتَ الشّنِیعة وأن لاینسانا ومشایخنا فی دعواته الصالحةِ فی خلواته, وجلواته. وآخرُ دعوانا أن الحمدلله رب العلمین, وصلی الله تعالی علی خیر خلقه, وعلی آله, وأصحابه أجمعین.

وکتبه عبدُالقدوس بن المفتی عبدالشکور التِّرْمِذِیُّ

خادمُ الحدیث الشریفِ والفقه بالجامعة الحقّانِیّة

ساهِیوال من مُّضافات سَرْجُوْدَهَا بباکِسْتانَ

۷/جمادی الاخریٰ، ۲۹/اپریل بروز اتوار

رات دیر سے نیند آئی اس لیے آج کافی دیر تک آرام کیا، ناشتہ میں بھی کافی تاخیر ہوئی بہرحال ناشتہ کے بعد تیاری کرکے حرم پہنچا تلاوت کی اور ظہر کے بعد واپسی ہوئی۔ پاکستان سے مولوی حبیب اللہ سلمہ اور عزیز نعیم ترمذی سلمہ نے فون پر خیریت بتائی اور دعاؤں کے لیے کہا۔ عصر کے بعد گجرانوالہ کے جناب حاجی مشتاق صاحب کے ساتھ تنعیم مسجد عائشہ چلا گیا وہاں سے عمرہ کی نیت کی دعا کے بعد حرم واپسی ہوئی ،

مغرب تک طواف مکمل ہوگیا تھا پھر احقر عشاء تک دیگر معمولات میں رہا عشاء کے بعد دکتور شیخ ناصر حفظہ اللہ کے ہاں جانا ہوا احقر نے ان کو قوت المغتذی پر ان کی تعلیقات سے متعلق تحریر بھی پیش کی اور پھر صحاح ستہ کے اوائل طلبہ نے پڑھیں اور احادیث مسلسلہ احقر نے انہیں سنائیں اور جو اعمال تسلسل کے ساتھ تھے ان پر عمل کیا گیا۔ مصافحہ ،مشابکہ ،قبض علی اللیحۃ ،وضع الید علی الرأس ،اور ضیافۃ علی الاسودین اور قراءۃ سورۃ الصف سب عمل مکمل ہوئے اور احقر نے پھر سب کو اجازت دی اسناد پر مہر اور دستخط ثبت ہوئے ۔آج جدہ سے شیخ ناصر کے ایک دوست شیخ محمد حفظہ اللہ بھی مع اپنے بیٹے کے اس پروگرام میں شریک ہوئے آخر میں انہوں نے دعا کرائی پھر کھانا ہوا۔ اور باہم گفتگو کے بعد بارہ بجے یہ مجلس اختتام کو پہنچی ۔عزیز عادل سلمہ جو اس تمام پروگرام میں برابر شریک اور احقر کو روزانہ لانے اور پہنچانے کے ذمہ دار رہے کی فرمائش تھی انہیں احقر سند خود لکھ کر دے اس لیے ان کی فرمائش پر احقر نے انہیں قلمی سند بھی دی اور وہ احقر کو منزل تک پہنچا گئے ۔اللہ تعالیٰ ان مجالس کی برکات ہم سب کو نصیب فرمائیں اور اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق دیں ،تمام رفقاء واحباب کو جزائے خیر دیں جنہوں نے ان مجالس کا اہتمام کیا ،خصوصاً شیخ ناصر حفظہ اللہ تعالیٰ جن کی خاص کوشش اور اہتمام سے یہ سب کچھ میسر ہوسکا ،جزاھم اللہ خیر الجزاء۔ بندۂ ناچیز اس نعمت کے حصول پر جتنا شکر ادا کرے کم ہے فللہ الحمد ولہ الشکر۔ احقر ایک بجے حرم پہنچا سعی باقی تھی اس لیے سعی کی اور پھر حطیم وملتزم پر بھی حاضری دی اور دعائیں کرتا رہا حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔

۸/جمادی الاخریٰ ، ۳۰/اپریل بروز سوموار

جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں رات حرم میں ہی گزری ،فجر کے بعد واپسی ہوئی ناشتہ

مولانا اشرف علی صاحب نے کرایا، عبدالودود سلمہ بھی اس میں شامل تھے اس کے بعد ہم لیٹ گئے اور ظہر کے وقت اٹھے تیاری کی حرم میں پہنچ گئے، جدہ سے حاجی محمد اکرم صاحب ملنے کے لیے پہنچے ہوئے تھے، جناب خالد قدوائی صاحب بھی جدہ سے مکہ معظمہ پہنچ چکے تھے نماز کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، قدوائی صاحب کے ساتھ کافی دیر تک مجلس رہی پھر انہوں نے کھانا کھلایا اس کے بعد وہ رخصت ہوئے، وہ نماز سے قبل عمرہ کر چکے تھے، احقر کو مل کر واپس ہوئے عصر کے وقت ہم پھر حرم میں پہنچے اور معمولات میں مشغول ہو گئے۔ عصر کے بعد تلاوت کی اور قصیدہ بھی پڑھا مغرب کے بعد طواف کیا، نوافل ادا کر کے قرآن کریم کی تکمیل کی، حق تعالیٰ کے فضل سے حرمین میں قرآن کریم کی تلاوت کی توفیق ملتی رہی اور آج بحمداللہ تعالیٰ قرآن کریم مکمل ہوا۔ عشاء پڑھ کر منزل پر واپسی ہوئی۔ جدہ سے عزیز محفوظ سلمہ بھی ملنے کے لیے عشاء سے قبل مکہ معظمہ پہنچ چکے تھے، چنانچہ ان سے ملاقات ہوئی۔ جدہ سے قاری رفیق صاحب مع عزیز معاذ سلمہ تشریف لے آئے تقریباً دو گھنٹہ ان سے نشست رہی، عبدالودود سلمہ اور مولانا اشرف علی صاحب نے بھی ان سے ملاقات کی ان کی واپسی پر عزیز عادل سلمہ شیخ ناصر کی تعلیق علیٰ قوت المغتذی کا نسخہ لائے اور انہیں ہدیہ دیا احقر کو اپنا ای میل عنوان بھی دے گئے۔

۹ر جمادی الاخریٰ، یکم مئی بروز منگل

صبح فجر حرم میں ادا کی اور پھر دعائیں کرتا رہا، بیت اللہ شریف کی آخری زیارت اور دعا کے بعد منزل پر واپسی ہوئی، حق تعالیٰ دوبارہ پھر حرم کی حاضری نصیب کریں اور یہاں کی حاضری میں جو غلطیاں ہوئیں انہیں معاف فرمادیں آمین۔ واپسی پر ناشتہ کیا اور سامان نیچے اتارا، عبدالودود سلمہ بھی پہنچ گئے، ٹیکسی پر سامان رکھا گیا اور ہم سات بج کر

دس منٹ پرمکہ معظمہ سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے ، ڈیڑھ گھنٹہ میں جدہ پہنچے اور سامان بک کرایاتمام مراحل سے گزرکر پونے بارہ بجے کے بعدجہازمیں بیٹھ گئے ، فللہ الحمد ولہ الشکر۔ جدہ میں قاری غلام یاسین صاحب مہتمم مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ روڈو سلطان سے ملاقات ہوئی ان کے ساتھ محمداعظم چیلاصاحب بھی تھے ،جواس وقت صوبائی اسمبلی کے ممبرہیں ۔ ان سے کچھ سیاسی حالات پرتبادلہ خیال ہوااورتعارف بھی ہوا۔جہاز میں بیٹھنے سے قبل اوربعدمیں فون پرگھرحالات بتائے اورعبدالعظیم وعبدالباسط سلمہاسے بھی بات ہوئی ۔ ان شاء اللہ جہازابھی تھوڑی ہی دیرمیں اڑنے والاہے۔

جہازمقررہ وقت سے ٹھیک ایک گھنٹہ بعدروانہ ہوا، سعودی ٹائم کے مطابق اس نے جدہ کی سرزمین ایک بجے چھوڑدی اوراب اسے سفرکرتے ہوئے دوگھنٹے ہوچکے ہیں ، راستہ میں جہازکے عملہ کی طرف سے مسافروں کو پہلے پانی اور پھرکچھ وقفہ سے کھاناپیش کیاگیا۔ ہم نے ظہرکی نمازکھانے اورپینے سے قبل اداکرلی تھی ،جہازمیں نمازکے متعلق اکثرسستی کی جاتی ہے جوکسی طرح بھی جائزنہیں ہرنمازکواس کے وقت پر وضوسے اداکرنا ضروری ہے نمازمیں قیام اور قبلہ روہونافرض ہے اس لیے کھڑے ہونے کااہتمام بھی ضروری ہے ،اسی طرح قبلہ کی طرف متوجہ ہونابھی صحت صلاۃ کے لیے شرط ہے ،احقرنے قبلہ رخ معلوم کرناچاہاتوکچھ مسافروں نے اپنے خیال کے مطابق رائے دی کہ جہازمیں اس کاخیال نہیں کرناچاہیے کہ قبلہ کس طرف ہے جہازمیں ان کے نزدیک قبلہ رخ ہونے کاکوئی تصورنہیں ۔ احقرنے انہیں سمجھایاکہ یہ فلسفہ غلط ہے۔جہازجس سمت بھی چل رہاہے وہاں سے قبلہ کاتعین مشکل نہیں ہے پھرعملہ کے معتبرافرادسے قبلہ کارخ دریافت کیاتوانہوں نے صحیح تعین کی طرف رہنمائی کی۔ احقرنے اسی طرف چہرہ کرکے ظہرکی نمازاداکی ۔ بعدمیں جہازکی سیٹ سے متعلق جیب

میں رکھے ہوئے رسالہ دیکھنے سے خوشی ہوئی کہ اس میں مسافر کی نماز سے متعلق بڑی تفصیل درج تھی اور اس میں یہ بھی تصریح تھی کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا نماز میں جہاز کے اندر بھی ضروری ہے پھر اس میں جمع بین الصلاتین کا مسئلہ بھی حنبلی مذہب کے مطابق جمع حقیقی کی صحت کا درج تھا، احقر نے اس پر حاشیہ میں حنفی مذہب کا نقطہ نظر جمع صوری کے جواز کا لکھ دیا ہے، اب دو گھنٹے سفر کے گزر چکے ہیں اور احباب کا خیال ہے کہ نماز عصر مثل اول پر ادا کرلی جائے، سفر میں عندالاحناف بھی اس کی گنجائش ہے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی مسافر کے لیے اس کی گنجائش لکھی ہے اس لیے احقر نے احباب سے کہہ دیا کہ وہ اگر چاہیں تو اس پر عمل کرسکتے ہیں۔ سفر کے دوران سفری حالات کے پیش نظر شریعت نے اپنے احکام میں سہولت کا پہلو بھی رکھا ہے اس لیے مسافروں کو ان رخصتوں پر عمل کرنا چاہیے لیکن اپنے مذہب کے مفتیٰ بہ قول کو ترک کرنا یا بلاوجہ تسہیلات اور رخص کا تتبع یہ صحیح نہیں، ضرورت شدیدہ کے بغیر مذہب غیر پر عمل جائز نہیں ہے کما صرح بہ الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ عوام کالانعام میں اگرچہ جہالت غالب ہے لیکن افسوس کہ وہ بھی مسائل میں دخل سے باز نہیں آتے حالانکہ یہ سخت گناہ اور جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال زار پر رحم فرمائیں، آمین۔

احقر یہ لکھنا بھول گیا کہ جہاز اڑنے سے قبل جدہ سے قاری محمد رفیق صاحب نے بھی فون پر رابطہ کیا اور ہم جدہ سے چلنے والے تھے کہ ان کے بیٹے عزیز قاری اسامہ رفیق سلمہ نے بھی فون پر رابطہ کیا تھا۔ اسی طرح حرم میں ظہر کی نماز پڑھ کر عزیز عبدالودود سلمہ نے فون کیا ان کے خیال کے مطابق ہمیں روانہ ہوجانا چاہیے تھا لیکن احقر نے انہیں بتایا کہ جہاز لیٹ ہے، امید ہے اب چند منٹ بعد روانہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ نے چاہا تو بقیہ حصہ گھر پہنچ کر قلم بند ہوگا۔ فقط

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

کیایہی دیانت داری اورایمان داری ہے ؟

اکابراہل سنت والجماعت علماء دیوبند پربے بنیادالزامات کی حقیقت

ایک اشتہار ''کیایہی اسلام ہے ؟''نظرسے گزرا،جس میں اکابراہل سنت علماء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کچھ عبارتوں کوان کے خودساختہ غلط معنیٰ بنا کرپیش کیاگیاہے۔ اس طرح عوام میں اختلاف وانتشارپھیلانے کی کوشش کی گئی ہے ۔جن عبارتوں کے معنیٰ غلط طورپرپیش کرکے اس اشتہارمیں علماء اہل سنت پرالزامات لگائے گئے ہیں ان عبارتوں کی تشریحات اورتفصیلات میں رسائل اورکتابیں لکھی جاچکی ہیں مگرجانتے بوجھتے ہوئے انہیں الزامات کودوبارہ دوہرادیاجاتاہے جن کے تفصیلی جوابات عرصۂ درازسے دیے جاچکے ہیں اکثرعوام ان جوابات سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے ان اعتراضات سے متاثرہوکرعلماء اہل سنت سے بدظن ہوجاتے ہیں اوریہی مقصدایسے اشتہاردینے والوں کاہوتاہے۔

ہم اس مختصرتحریرمیں نہایت اختصارکے ساتھ اس اشتہارمیں دیے گئے الزامات کی مختصرحقیقت واضح کرتے ہیں تاکہ عام مسلمانوں میں اختلاف وانتشارکی فضاء ختم ہوکراتفاق واتحادقائم رہے اوراہل سنت والجماعت آپس میں جھگڑے فسادسے محفوظ رہیں۔

اس اشتہارمیں اسلام کے بنیادی عقائدوارکان کے متعلق دیوبندی مسلک اور نظریات کوعقیدے کے عنوان سے لکھاگیاہے لیکن کسی عقیدے کادوسرے شخص یاکسی جماعت کی طرف منسوب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس عقیدے پراس

شخص یا اس جماعت کا اقرار ثابت ہو، اور پھر اس عقیدہ کا قرآن وسنت کے خلاف ہونا ثابت ہوجائے ۔ مگر اس اشتہار میں جن عقائد کو مسلک علماء دیوبند کے طور پر پیش کیا گیا ہے نہ تو وہ علماء دیوبند کا مسلک ہے اور نہ وہ قرآن وسنت کے خلاف ہے اور اکثر علماء دیوبند کی عبارتوں کا غلط مطلب اور مفہوم اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا گیا ہے، چنانچہ حسب ذیل تفصیل سے واضح ہے۔

عقیدہ نمبر(۱) اور عقیدہ نمبر۲ کے نیچے مولانا محمد اسماعیل سے اور مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جو عبارتیں لکھ کر جو مغالطہ دیا گیا ہے کہ ان علماء حقہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ (جھوٹ بول سکتا ہے) وہ سراسر غلط ہے ۔ سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ، قرآن کریم میں ہے '' یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے'' ۔ دوسری آیت میں ہے ''اسی کو قدرت ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے'' (پ۷) ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے کہ مکے والوں پر عذاب بھیج سکتے ہیں لیکن دوسری آیت میں ہے ''اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا ان پر جب تک تو رہتا ان میں'' (پ۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان میں موجود ہوتے ہوئے مکے والوں پر عذاب نہ آئے گا ۔ دونوں آیتوں کو ملا کر یہ ثابت ہوا کہ عذاب کا بھیجنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے ، مگر آپ کے وجود مسعود کے ہوتے ہوئے مکے والوں پر عذاب آئے گا نہیں ، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون وغیرہ کافروں کو جہنم میں بھیجنے کی وعید فرمائی ہے ۔ ''اور وہ ضرور ان کو جہنم میں بھیجے گا اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا'' ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ '' اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا'' ۔ مگر ان کفار کے جنت میں بھیجنے پر بھی قادر ہے ۔ اس سے

عاجز نہیں ہوگیا۔ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کا رسالہ ''یک روزی'' فارسی اور مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''براہین قاطعہ'' وغیرہ اور فتاویٰ رشیدیہ کی ان عبارتوں میں جن کو اس اشتہار میں نقل کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے۔

اعتراض کرنے والوں نے اپنی بے سمجھی سے یہ سمجھ لیا کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت لگائی جا رہی ہے، حالانکہ ایسی عبارتوں میں اللہ تعالیٰ کی صرف قدرت کا بیان کرنا مقصود ہے۔ یعنی وعدے کے خلاف کرنے پر بھی قدرت حاصل ہے، لیکن خلاف وعدہ ہرگز نہیں کرے گا، کسی چیز پر قادر ہونا اور بات ہے اور اس پر عمل کرنا اور بات۔ اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کیا جا رہا ہے اور خدا کو نعوذ باللہ عاجز قرار دے کر اپنے وعدے کے کرنے پر مجبور قرار دیا جا رہا ہے، جو کہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے۔ اہل سنت کے نزدیک اپنے اختیار سے اپنے وعدے کو پورا کرے گا مجبور اور عاجز ہو کر نہیں۔

عبارت نمبر (۳)

''کسی بھی واقعہ کے ظاہر ہونے سے اللہ کو اس کا پیشگی علم نہیں ہوتا''۔ اس عنوان کے نیچے لکھا ہے: ''اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے اس سے کوئی بھی علم نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا''۔ (بلغۃ الحیران ص ۱۵۷)

جواب:

اس عبارت میں معتزلہ کا مذہب بیان کیا گیا ہے، اہل سنت کا مذہب نہیں ہے چنانچہ اس عبارت سے پہلے ''بلغۃ الحیران'' میں لکھا ہے ''اور معتزلہ کہتے ہیں کہ پہلے ذرہ بہ ذرہ لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ جو چاہا لکھا تھا، سب چیز موجود کا عالم ہے اور جس

چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا بھی عالم ہے ، اور جس چیز کا ابھی ارادہ بھی نہیں کیا اس کا عالم نہیں ہے کیونکہ اصل میں شے بھی نہیں ہے ''اس کے آگے وہ منقولہ عبارت ہے کہ ''اور انسان خود مختار ہے ''آخر تک۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس پوری عبارت میں معتزلہ کے مذہب کا بیان کیا گیا ہے ، پہلے صاف لکھا ہے کہ ''معتزلہ کہتے ہیں ''تو یہ معتزلہ کا قول ہوا۔ اشتہار میں اس کو دیوبندی عقیدے کے طور پر ظاہر کرنا بالکل جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔

عبارت نمبر (۴)

''البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی (اللہ) ان کو دغا دے گا''۔

جواب :

اس عبارت کے اوپر دیوبندی عقیدہ ''اللہ تعالیٰ دغا دیتا ہے ''لکھا ہے۔ حالانکہ پ۵ سورۂ انبیاء ۱۴۲ کے ترجمے میں خود ہی لکھا ہے کہ ''دغا دے گا''۔

اس کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کو ان کی دغابازی کی سزا دے گا۔ اس کے علاوہ یہ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جواب سے دو سو سال پہلے ۱۲۰۵ھ کا ہے۔

قرآن کریم میں مکر، کید، دغا اور فریب ، استہزاء کی جتنی آیات آئی ہیں ان میں دشمنان حق کی سازشوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ، وہی سازشی اور چالاک دشمن ان آیتوں کے مخاطب ہیں انہیں کو خدا تعالیٰ تنبیہ کر رہا ہے کہ چالاک دشمن کو اس کی چالاکیوں سے آگاہ کرنے ، اسے باز رکھنے کے لیے ایسا ہی انداز بیان مؤثر ہو سکتا ہے۔ ایک برے کام کے بدلے میں سزا یا انتقام کے طور پر جو کام کیا جاتا ہے وہ اگرچہ برا نہیں ہوتا مگر بولنے میں اس کو اسی پہلے لفظ کے ساتھ ادا کر دیا جاتا ہے ، تاکہ فعل سے

انتقام کے ساتھ قول سے بھی انتقام لیناظاہر ہو، جیسا کہ فارسی میں مشہور ہے

ع بدی رابدی سہل باشدجزاء

بدی کے بدلے میں بطور سزاجو فعل کیاجائے اس کومعروف لفظوں میں بدی کہہ دیاجاتاہے حقیقت میں وہ بدی نہیں ہوتی بلکہ وہ توبدی کی سزاہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہےجزاء سیئة سیئة مثلها یعنی برائی کی جزاء اس کی مثل برائی ہے۔ قرآن کریم میں کئی جگہ یہ طریقہ اختیار فرمایاگیاہے ،اس کوصنعت مشاکلت کہاجاتاہے۔ اس کوعربی محاورات کی روشنی میں ذہن نشین کرناچاہیے۔

مکروخداع ،استہزاء وغیرہ کے الفاظ صرف محاورہ کے مطابق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمائے ہیں اورجوقوم اس کی مخاطب ہے اسے انہیں کے لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیاہے۔مگردونوں کے معنیٰ اور مفہوم الگ الگ ہیں ، اگرچہ شکل وصورت اورمصدراورمادہ کے لحاظ سے دونوں لفظ ایک جیسے ہیں مگر ایک جگہ برے معنیٰ میں اوردوسری جگہ اچھے معنیٰ میں بولے گئے ہیں۔

قرآن کریم کے اصل عربی الفاظ میں جوصنعت مشاکلت کازوربیان موجود ہے حضرت شاہ عبدالقادردہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اورشیخ الہند مولانامحمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہی اس کے ترجمہ میں بھی برقراررکھاہے،یہی اس کاحقیقی ترجمہ ہے۔قرآن کریم کے طرزبیان کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس پراعتراض کیاجارہاہے۔عربی زبان اورمحاورے سے ناواقف لوگ محض اردوترجمہ کی مدد سے قرآن کریم کوسمجھنے کادعویٰ کرنے میں بہت بڑی غلطی پرہیں ،حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''موضح القرآن'' کے مقدمہ میں لکھاہے :

''ہرچندہندوستانیوں کومعنیٰ قرآن اس ترجمہ اردوسے آسان ہوئے لیکن

ابھی استاذ سے سند کرنا لازم ہے ، اول معنیٰ قرآن بغیر سند معتبر نہیں۔ دوسرے ربط کلام ماقبل اور مابعد پہچاننا بغیر استاذ نہیں آتا۔ چنانچہ قرآن کی زبان عربی ہے اور عرب محتاج استاذ تھے''۔

عبارت (۵)

میں لکھا ہے ''نماز میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا خیال کرنا گدھے کے خیال سے بدتر ہے''۔ پھر ''صراط مستقیم'' اردو کے حوالے سے خود یہ ترجمہ نقل کیا ہے : ''اور شیخ یا کسی اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی درجے بدتر ہے''۔

جواب :

کیا ایمانداری اور دیانت داری کا یہی تقاضہ ہے کہ ''صرفِ ہمت'' کا مطلب اپنی طرف سے ''خیال کرنا'' بیان کر دیا۔ پھر مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ الزام لگا دیا اور صراط مستقیم کی اصل فارسی عبارت میں بھی لفظ گاؤخر ہے ، اس کا لفظی ترجمہ بیل اور گدھے کر دیا حالانکہ محاورہ کے مطابق اس سے دنیا کی چیزیں مراد ہوتی ہیں جیسا کہ اس مشہور شعر میں ہے

ع برزباں تسبیح ودردل گاؤخر　　　　کہ زبان پر تسبیح اور دل میں دنیا کی چیزیں۔

اگر بیل اور گدھے ، اس کا یہ مطلب سمجھتے تو تعجب کی بات نہیں تھی ، اب جو لوگ خود کو عقل والا انسان ہی نہیں بلکہ ایماندار بھی سمجھتے ہیں اگر وہ بھی اس کا یہ مطلب بیان کریں تو پھر یہ ان کی بددیانتی اور دھوکہ دہی کی بدترین مثال ہے۔

اور عبارت کا اصل مطلب سمجھیے کہ ''صرفِ ہمت'' صوفیاء کرام کی ایک

خاص اصطلاح ہے اس کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ دل کو تمام خیالات اور خطرات سے خالی کرکے اسی ایک طرف لگادیناجس طرح انتہائی پیاس کے وقت پیاسے کو بس پانی ہی کی طلب ہوتی ہے۔ (ازالقول الجمیل شاہ ولی اللہ)

صراط مستقیم میں اسی ''صرفِ ہمت'' کے بارہ میں لکھاگیاہے کہ نماز میں اس طرح کسی معظم شخصیت کی طرف صرف ہمت کرنااور دل کو ہرچیز سے خالی کرکے اس کی طرف لگادینااس سے بدتر ہے کہ نمازی کو دوسری دنیاوی چیزوں کے وسوسے آئیں اور وہ ان میں لگ جائے۔ صراط مستقیم میں آنحضرت ﷺ کی طرف صرفِ خیال کرنے کو دنیاوی چیزوں کے وسوسوں سے بدتر نہیں کہاگیابلکہ ''صرفِ ہمت'' کوایساکہاگیاہے۔ وجہ اس کی ظاہرہے دنیاوی چیزوں کی طرف نمازی کی توجہ اگرہوگی توان کی حقارت بھی دل میں ہوگی ،ان کی عظمت اوربڑائی دل میں نہیں ہوگی اس لیے جب نمازی کی توجہ اس طرف ہوگی کہ میں نماز میں ہوں تووہ فوراًاپنی توجہ کوہٹانے کی کوشش میں لگ جاتاہے۔ بخلاف صرفِ ہمت کے کہ اس میں ارادہ کرکے ہرطرف سے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی دل کوہٹاکر اپنے شیخ یارسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ کرناہوتاہے اور یہ تصور باندھاجاتاہے کہ گویااس وقت وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں ان کے حضور میں ادب و تعظیم کے ساتھ حاضرہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ نمازی کے دل میں مرشداوررسول اللہ ﷺ کی پوری عظمت اوربزرگی ہوتی ہے ، اس صورت میں وہ اس کو غلطی نہیں سمجھے گااوراس کی اصلاح کی فکر نہیں کرے گا بلکہ اس صرف ہمت اورتوجہ میں اس کی دلچسپی زیادہ بڑھتی چلی جائے گی۔ اوریقیناًنماز میں غیراللہ کی طرف اس درجے کی توجہ اورصرف ہمت قصدوارادہ سے اس کے اصلی مقصد کے خلاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے نمازوغیرہ عبادات میں احسان کاحکم

دیاہے ،فرمایاہے ''عبادت کااعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اس طرح متوجہ ہوکرخداکی عبادت کروکہ تم اس کودیکھ رہے ہو''تونماز میں صرف ہمت اور خصوصی توجہ اللہ کاحق ہے ، یہ حق غیراللہ کودینانماز کی روح کے خلاف ہے جن بعض صوفیاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس صرف ہمت کاطریقہ رائج تھاوہ نماز سے باہرتھانماز میں اس کامعمول نہیں۔ مگربعض غلط فہم کے لوگوں نے اس صرف ہمت کے شغل کونماز میں جاری کردیاجو عبادت میں احسان اورروح نماز کے خلاف تھا،اس لیے صراط مستقیم میں اس کی اصلاح کی گئی ہے۔

چیلنج

اعتراض کرنے والوں کوہماراچیلنج ہے کہ صراط مستقیم کے جس حصہ میں یہ عبارت ہے جوکہ اپنے مفہوم کے اعتبارسے بالکل واضح ہے اوراس پرکوئی اعتراض واقع نہیں ہوتاکوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتاکہ یہ حصہ مولانامحمداسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کالکھاہواہے۔ پھر اس کومولانااسماعیل دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ کافتویٰ کہناکیسے درست ہوسکتاہے۔

عبارت نمبر(٦)

''نبی علیہ السلام کوبھائی کہناچاہیے''۔

جواب :

''براہین قاطعہ''کی اصل عبارت یہ ہے ''کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخرعالم علیہ السلام کے تقرب وشرف کمالات میں کسی کوماثل آپ کانہیں جانتا،البتہ نفس بشریت میں ماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خودحق تعالیٰ فرماتاہے قل انما انا بشرمثلکم اوربعداس کے یوحیٰ الیہ کی قید سے پھروہی شرف تقرب کوبعد

اثبات مماثلت بشریت کے ثابت فرمادیا۔ پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ ﷺ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا؟ وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔

پھر فخر عالم ﷺ نے بھی فرمایا کہ: ودته انی قد رأیت اخوانی، پس اخوت بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہنا اور یہی وجہ قائل کی ہے ،موافق قرآن وحدیث کے ہوا۔ اس پر طعن کرنا قرآن وحدیث پر طعن ہے اور اس کے خلاف کہنا نص کی مخالفت ہے لہٰذا چونکہ جس نے آپ کو اخ کہا ہے بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہا ہے۔ اور تقرب کی مماثلت کا وہ ہرگز قائل نہیں کہ اس پر طعن سوائے مخالفت نصوص کے اور کیا ہوگا، اور آپ کی ذات کو بشریت سے نکال کر (جو اشرف المخلوقات ہے) کسی دوسری نوع میں داخل کرنا محض گستاخی اور ہتک شان رفیع آپ ﷺ کا ہے''۔ (ص ۳)

اہل انصاف اس پوری عبارت کو دیکھ کر فرمائیں کہ اس عبارت میں اس بات کا کہیں نام ونشان ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام کو بھائی کہنا چاہیے'' یہ کہنا کتنا بڑا دجل اور دھوکہ ہے۔ براہین قاطعہ کی پوری عبارت میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ نبی علیہ السلام کو بھائی کہنا چاہیے اس میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے آپ ﷺ کو بھائی کہا تو کیا نص کے خلاف کہہ دیا؟ پھر اس پر قرآن کریم کی آیت اور ایک حدیث شریف بیان کی گئی ہے ۔جنس اولاد آدم ہونے کی وجہ سے اخوت ثابت ہوتی ہے ۔ پھر بتلایا گیا ہے کہ اولاد آدم علیہ السلام ہونے کی وجہ سے جو اخوت ثابت ہوتی ہے اس سے فضیلت اور تقرب میں مماثلت اور برابری ہرگز ثابت نہیں ہوتی کیونکہ آیت کریمہ میں یوحیٰ الیہ کی قید سے آنحضرت ﷺ کے شرف تقرب اور فضیلت کو تمام بنی آدم پر بیان فرمادیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ اولاد آدم ہوتے ہوئے بھی تمام بنی آدم سے افضل اور اشرف ہیں۔

عبارت نمبر(۷)

''نبی علیہ السلام اردو سیکھنے میں علماء دیوبند کے شاگرد ہیں''۔

جواب :

یہ لکھ کر اشتہار میں ''براہین قاطعہ'' کے ص ۲۶ سے یہ عبارت نقل کی ہے ''ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی ، آپ تو عربی ہیں ؟ فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا مجھ کو یہ زبان آگئی''۔

اس عبارت میں علماء دیوبند کی شاگردی کا کہیں بھی ذکر نہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں ''مجھ کو یہ زبان آگئی''، سیکھنے سکھانے کا کہیں بھی ذکر نہیں اور مقصد یہی ہے کہ علماء مدرسہ دیوبند سے معاملہ اور تعلق ہونے کے بعد براہ راست اللہ تعالیٰ نے دوسرے علوم کی طرح اردو زبان بھی آپ کو سکھلادی ۔

معترضین کو اعتراض کے شوق میں صحیح معنیٰ کی طرف توجہ نہیں ہورہی یا قصداً صحیح عبارت کے غلط معنیٰ بنارہے ہیں اور اگر ان کی سمجھ ہی اتنی ہے کہ صاف اردو عبارت کے صحیح معنیٰ نہیں سمجھ سکتے تو پھر وہ قرآن وحدیث اور علماء کرام کی مشکل عبارتوں کو صحیح طور پر کیسے سمجھ سکتے ہیں ۔ اس خواب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اردو سیکھنے میں علماء دیوبند کی شاگردی ثابت کرنا سخت گستاخی اور بے ادبی ہے ۔ گستاخی کے معنیٰ خود ہی اس عبارت میں معترضین نے پیدا کیے اور الزام علماء حق پر لگادیا۔

پھر یہ معاملہ خواب کا ہے ، خواب کی صورت اور اس کی حقیقت جس کو تعبیر کہتے ہیں دوسری ہوتی ہے ، اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں یہ بتلایا کہ میرا کلام یعنی میری حدیث اس وقت سے اردو زبان میں شائع ہوئی جب

سے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔ ''اردو زبان آگئی ''کا مطلب یہ ہے کہ اردو زبان میں میری حدیثوں کی خدمت زیادہ ہونے لگی یعنی عربی حدیثوں کی صورت مثالی خواب میں اردو زبان کی صورت میں ظاہر ہوئی ۔ بہرحال سیکھنے سکھانے استاذی شاگردی کا اس میں کچھ ذکراذکار نہیں یہ سب منگھڑت افتراء اور الزام ہے۔

عبارت نمبر(۸)

''نبی علیہ السلام کا علم پاگلوں اور جانوروں جیسا ہے''۔

جواب :

اس عنوان کے نیچے لکھا ہے ''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے مراد بعض علم غیب ہے یا کل غیب ؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی مجنون پر بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔ (حفظ الایمان)

اگر اس عبارت کے پہلے اور پچھلے حصے کو ملا کر پڑھا جائے تو اس کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم الغیب کہنا جائز ہو اور لفظ عالم الغیب میں جو لفظ غیب ہے اس سے بعض علوم غیبیہ مراد ہوں اور یہ قاعدہ مقرر کر لیا جائے کہ جس کو بھی بعض علوم غیبیہ حاصل ہوں اسی کو عالم الغیب کہنا جائز ہے تو پھر ہر شخص کو عالم الغیب کہنا جائز ہوگا کیونکہ بعض علوم غیبیہ تو چاہے وہ ایک ہی چیز کا علم کیوں نہ ہو، ہر شخص بلکہ حیوانات کو بھی پتہ ہے ،تو پھر اس صورت میں عالم الغیب کے لفظ میں کیا کمال ظاہر ہوا ؟ کیونکہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم تو حقیر چیزوں کو بھی ہوتا ہے۔ کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی غیب ہے۔

اب اگراس قاعدہ کو تسلیم کرلیاجائے کہ جس کو بھی غیب کی کوئی بات معلوم ہواسی کو عالم الغیب کہاجاسکتاہے تواس سے لازم آتاہے کہ معاذاللہ ان حقیرچیزوں کو بھی عالم الغیب کہناجائزہے اورعالم الغیب کہنے میں یہ حقیرچیزیں بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہیں ،اس غلط قاعدے کی روسے آنحضرت ﷺ کوعالم الغیب کہنے میں آپ کی کیاخاص تعریف ہوئی ؟جس میں یہ حقیراورکمترین چیزیں بھی شامل کردی گئیں ،اس عبارت میں سرورعالم ﷺ کے معلومات کی تعداد کاتوکہیں بھی ذکرنہیں ہے ، مطلق بعض علوم غیبیہ کا ذکرہے ۔اللہ تعالیٰ کے علم محیط کلی کے سامنے غیراللہ کاعلم خواہ وہ مقدارمیں کتناہی ہوبعض ہی کہلاتاہے اور''ایساعلم غیب'' کے لفظ سے اسی مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ ہے نہ کہ حضور ﷺ کے علم کی طرف۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے علم کوزیدعمرووغیرہ کے علم کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جارہی بلکہ بعض علوم غیبیہ کوزیدعمروغیرہ میں تسلیم کیاگیاہے۔اوربعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں حضور ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بلکہ حیوانات کوبھی عالم الغیب کہنے میں شریک کرنالازم آتاہے ۔اس قباحت کوبیان کرنا مقصودہے جیساکہ مولاناروم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

گربصورت آدمی انساں بدے آدم وبوجہل ہم یکساں بدے

یعنی اگریہ غلط اصول تسلیم کرلیاجائے کہ انسانیت کامدارصرف انسانی نقشے اور صورت پرہے تولازم آئے گاکہ معاذاللہ ابوجہل اورحضرت آدم علیہ السلام برابرہوں اس شعرمیں مولاناروم کامقصودحضرت آدم علیہ السلام اورابوجہل دونوں کوبرابرکرنانہیں بلکہ جولوگ صورت کی وجہ سے دونوں کوبرابرسمجھتے تھے ان کی تردیدکرنامقصودہے ۔اسی طرح حضرت مولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کامطلب یہ ہے کہ غیب کی بعض چیزوں

کے علم ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے سے یہ خرابی اور برائی لازم آتی ہے کہ زید عمرو وغیرہ کو بھی عالم الغیب کہا جائے ؟ کیونکہ غیب کی کسی نہ کسی چیز کا ان کو بھی علم حاصل ہے ۔ جس طرح مولانا رومی کے متعلق یہ کہا کہ معاذ اللہ انہوں نے ابوجہل اور حضرت آدم علیہ السلام کو برابر کردیا کھلی ہوئی بددیانتی ہے ، اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہنا کہ معاذ اللہ انہوں نے حضور ﷺ کے علم کو پاگلوں اور جانوروں جیسا کہا ہے بالکل افتراء ہے ۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی ''حفظ الایمان'' میں صاف طور سے لکھا ہے کہ ''نبوت کے لیے جو علوم ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہوگئے تھے''۔ اور مولانا نے لکھا ہے کہ ''میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ اور قول ہمیشہ سے آپ ﷺ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیۃ والعملیۃ ہونے کے باب میں یہ ہے

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' (بسط البنان ص)

جو شخص آنحضرت ﷺ کو تمام علمی اور عملی کمالات میں افضل المخلوقات ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو وہ آپ کے علم کو نعوذ باللہ زید و عمرو وغیرہ دوسری مخلوق کے برابر کیسے کہہ اور لکھ سکتا ہے ؟ یہ اس پر محض افتراء اور بہتان ہے ۔

عبارت نمبر (۹)

''شیطان کا علم نبی علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے''۔

جواب :

مولوی عبد السمیع بریلوی نے اپنی کتاب ''انوار ساطعہ'' میں لکھا تھا کہ ''اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر

مقامات پاک وناپاک کفرغیرکفرمیں پایاجاتاہے''۔(ص۵۳)

اس عبارت میں مولوی عبدالسمیع نے شیطان کے علم کونبی علیہ السلام کے علم سے زیادہ ثابت کیاہے،چونکہ کسی کاحاضرہونابغیرعلم کے ممکن نہیں توجب شیطان کا حاضرہوناہرجگہ مولوی عبدالسمیع نے تسلیم کرلیااورحضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاحاضرہونااس سے کم جگہ تسلیم کیاتوشیطان کے علم کوحضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ مان لیا۔

مگریہ الزام غلط طورپراس کی تردیدکرنے والے عالم مولاناخلیل احمدصاحب کی کتاب ''براہین قاطعہ پرلگادیاگیاہے۔''براہین قاطعہ''میں جس جگہ یہ بحث ہے وہاں پہلے یہ ثابت کیاگیاہے کہ ''جناب فخرعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواورسب مخلوق کوجس قدرعلم حق تعالیٰ شانہ نے عنایت فرمایاہے اوربتلادیاہے اس سے ایک ذرہ زیادہ کابھی علم ثابت کرناشرک ہے''۔(ص۴۹)

مطلب یہ ہے کہ کوئی افضل شخص اپنی فضیلت کی وجہ سے خداتعالیٰ کی عطا کے بغیراپنے اندرکسی صفت کمال علم وغیرہ کوپیدانہیں کرسکتا،جوکچھ علم وغیرہ ملے گا، اللہ تعالیٰ کی عطااوراس کے دینے سے ملے گا،پھرجس کوجس قدرعلم عطافرمادیااس سے زیادہ ایک ذرہ بھربھی نہیں بڑھ سکتا۔غرضیکہ جوعلم عطائے خداوندی کے بغیرکسی کے لیے ثابت کیاجائے گاوہ شرک ہوگاکیونکہ ذاتی علم حق تعالیٰ کاخاصہ ہے اس میں اس کاکوئی شریک نہیں ہے۔

مولوی احمدرضاخان صاحب بریلوی نے بھی یہی لکھاہے کہ ''علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیرکے لیے محال ہے،جواس میں سے کوئی چیزاگرچہ ایک ذرہ سے کم ترسے کم ترغیرخداکے لیے مانے تووہ یقیناًکافرومشرک ہے''۔

مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوارساطعہ میں شیطان وملک الموت کے علم کی

وسعت کو نصوص سے ثابت کیا تھا کہ وہ ''تمام روئے زمین کو محیط ہے''۔ شیطان وملک الموت کے اس عطائی علم پر قیاس کر کے آنحضرت ﷺ کے لیے یہ علم بغیر عطاء خداوندی ثابت کرنا چاہا تھا، یعنی عطائی علم پر قیاس کر کے محض قیاس فاسد سے حضور ﷺ کے لیے ذاتی علم ثابت کرنا چاہا تھا مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بحث علم ذاتی میں ہے چنانچہ مولانا نے لکھا ہے کہ ''یہ بحث اس میں ہے کہ علم ذاتی آپ ﷺ کو ثابت کر کے کوئی یہ عقیدہ کرے جیسا جہلاء کا یہ عقیدہ ہے اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دے کر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں''۔ (ص ۵۲)

مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے ثابت ہوا کہ مولانا ذاتی علم کی وسعت کی نفی کر رہے ہیں اور اسی کے ماننے کو شرک قرار دے رہے ہیں اور علم ذاتی کا کسی غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے نزدیک بھی شرک ہے جیسا کہ اوپر اس کی عبارت میں بھی گزرا ہے۔

''براہین'' کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا جیسا کہ اعتراض کرنے والے نے نکالا ہے کہ نبی علیہ السلام کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے کسی عقل مند آدمی کا کام نہیں ہے کیونکہ اس عبارت میں خاص علم زمین کی وسعت کی بحث ہو رہی ہے۔ اسی کو انوار ساطعہ میں محض قیاس سے ثابت کرنا چاہا ہے۔ مطلق علم کی وسعت میں یہ کلام نہیں ہے۔ اور خاص وسعت علم زمین کی نفی سے مطلق وسعت علم کی نفی لازم نہیں آتی۔ اگر کوئی کہے کہ گمراہ کرنے میں شیطان کا علم فلاں غوث وقطب سے زیادہ ہے، اس سے یہ سمجھ لینا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس کہنے والے نے غوث وقطب کے علم کو ہر علم میں شیطان کے علم سے کم بتلا دیا اور شیطان کے علم کو زیادہ بتلا دیا بلکہ عقل سلیم

اور نقل صحیح کا تقاضا یہی ہے کہ شیطان کو شیطانی کاموں میں زیادہ علم حاصل ہو۔

مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس عبارت میں جس کو اشتہار میں نقل کیا گیا ہے اسی قسم کے علم کے احاطے کی نفی کررہے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ اس کو صرف قیاس کی بنا پر بغیر عطاء خداوندی ثابت کیا جائے ورنہ خود مولانا لکھتے ہیں کہ ''اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دے کر حاضر کردیتا ہے تو شرک نہیں ہے اور بغیر ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ بھی درست نہیں ہے''۔

اور آگے فرماتے ہیں ''غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو زمین کی بعض جگہوں کا علم اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہے جیسا کہ روایات سے ''انوار ساطعہ'' میں مولوی عبدالسمیع بریلوی نے ثابت کیا ہے کہ علم محیط زمین کا (یعنی علم ذاتی کیونکہ مولانا خلیل احمد علم ذاتی میں بحث کررہے ہیں) فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلادلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا یعنی اس اٹکل سے نصوص قطعیہ کے خلاف بلادلیل کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیطان اور ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس فضیلت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کرلیں گے شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان وملک الموت کو یہ وسعت یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کی بہت سی جگہوں کا علم ہونا نص سے ثابت ہوئی یعنی ان نصوص سے کہ جو مولوی عبدالسمیع نے ان دونوں کے علم کی وسعت ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہیں۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علم کی یعنی علم ذاتی کی، کیونکہ قیاس فاسد اور محض اٹکل سے تو ذاتی علم ہی ثابت کیا جارہا ہے کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے'' (براہین قاطعہ ص ۵۱)

اس سے ثابت ہوا کہ مولانا خلیل احمد اسی علم وسعت کی نفی کررہے ہیں جس کو

ثابت کرنا شرک ہے اور یہ تمام گفتگو علم ذاتی کے بارہ میں ہے کیونکہ شرک اسی علم کا غیراللہ کے لیے ثابت کرنا ہے جو بغیر عطاء خداوندی ذاتی طور پر ثابت کیا جائے ۔ علم عطائی شرک نہیں ہوتا۔ گو بغیر دلیل کے اس کو ثابت ماننا اور اس پر عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے بلکہ معصیت ہے۔

عبارت نمبر(۱۰)

''نبی علیہ السلام مرکر مٹی میں مل گئے ''معاذاللہ۔ ''یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں'' (تقویۃ الایمان ص۱۱۲)

جواب :

مٹی میں ملنا قدیم اردو زبان کا محاورہ ہے جو قبر میں دفن ہونے کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے ، اردو کے مستند لغات ''نوراللغات ، فرہنگ آصفیہ '' دونوں میں مٹی میں ملانے کے ایک معنیٰ دفن کرنا لکھے ہیں اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں نسیم دہلوی کا یہ شعر بھی بطور شہادت کے لکھا ہے ؎

نسیم خدا سے شکوہ کیا پس از مرگ
ہمیں یاروں نے مٹی میں ملایا

مٹی میں ملانے کا مطلب یہاں صرف دفن کرنا ہی ہو سکتا ہے ، اس لیے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس فقرے کا مطلب کہ ''میں بھی ایک دن مٹی میں ملنے والا ہوں''یہی ہے کہ میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں دفن ہونے والا ہوں اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی نے ان لفظوں میں ادا کیا ہے :

فاذا اصرت رہین رہن ، جب میں قبر میں رکھ دیا جاؤں گا (مرقاۃ ج۳ ص۴۶۹)

قیس بن اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سجدہ کرنے کی درخواست پر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اپنی قبر مبارک کا ذکر فرما کر ان سے سوال کیا تھا کہ ''کیا تم میری قبر کو سجدہ کرو گے ؟''

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح محاورے کے مطابق اپنے سادہ لفظوں میں اس طرح کر دی کہ :

''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں''۔

مطلب بالکل واضح ہے کہ دفن ہونے والا ہوں اس سے یہ مطلب نکالنا کہ نعوذ باللہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کے قبر مبارک میں محفوظ ہونے کے قائل نہیں ، مولانا شہید پر نہایت درجہ کی افتراء اور بہتان تراشی ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں اس طرح تشریح فرماتے ہیں کہ ''مٹی میں ملنے کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جائے ، جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہیں۔ دوسرے مٹی سے ملاحق و متصل ہونا۔ یعنی مٹی سے مل جانا۔ تو یہاں مراد دوسرے معنیٰ ہیں اور جسد انبیاء علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں چونکہ مردے کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردے کی مٹی سے جسد مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں''۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۴)

عبارت نمبر (۱۱)

''انبیاء علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائیوں جیسی کرنی چاہیے''۔ یعنی ''انسان آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے تو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے''۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۱۱)

جواب :

سب انسان آپس میں بھائی ہیں یہ ترجمہ ہے حدیث ان العباد کلھم اخوۃ (ابوداود) اخوۃ بھائی چارہ کئی قسم کا ہوتا ہے ایک اخوۃ نسبی جو ایک باپ کے بیٹوں میں یا ایک دادا کے پوتوں میں ہوتی ہے ۔ دوسری اخوت قومی جو ایک قوم کے افراد میں ہوتی ہے اس کے لیے صرف قومی اشتراک کافی ہے دینی اشتراک اور ہم مذہب ہونا ضروری نہیں ہے ایک قسم اخوت کی دینی ہے ۔ یعنی ایک دین کے ماننے والوں میں بھی آپس میں بھائی چارہ ہوتا ہے ،اسی لحاظ سے قرآن کریم میں انماالمؤمنون اخوۃ اور حدیث پاک میں المسلم اخو المسلم فرمایا گیا ہے ۔ اس دینی برادری کے اعتبار سے باپ بیٹے ، دادا اور پوتے بھی بھائی بھائی ہوسکتے ہیں ۔ اور اس لحاظ سے ہر پیغمبر اپنی امت کے مسلمانوں کے بھائی اور امت کا ہر مسلمان پیغمبر کا بھائی کہلاسکتا ہے ۔ اسی بنا پر حضور اکرم ﷺ نے آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں کے متعلق فرمایا تھا '' مجھے خواہش ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھوں '' (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

ایک اور قسم اخوۃ کی ہے جو تمام بنی آدم میں پائی جاتی ہے اور اس لحاظ سے تمام بنی آدم ایک برادری میں منسلک اور ہر انسان دوسرے انسان کا جنسی بھائی ہے ۔ سجدے کی اجازت طلب کرنے کے جواب میں مولانا محمد اسماعیل شہید نے پہلے اس حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد منقول ہے : اعبدوا ربکم اکرموا اخواکم ۔ بندگی کرو اپنے رب کی ، تعظیم کرو اپنے بھائی کی ۔

اس حدیث میں چونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے کو امتیوں کا بھائی فرمایا تھا اس لیے مولانا اسماعیل شہید کو ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اس اخوت کو بتلائیں کہ یہ اخوۃ کس قسم کی ہے ۔ اور چونکہ یہاں اکرموا اخواکم ، اعبدوا ربکم کے مقابلہ

میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس لیے حضرت مولانا شہید نے اس حدیث میں جنسی اخوت اور ہم جنس ہونے کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں ''یعنی انسان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اس کو چاہیے''۔

اس عبارت میں جو بڑے بھائی کا لفظ آیا ہے اس سے بڑا نسبی بھائی مراد نہیں صرف جنسی بھائی مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ''بنی آدم آپس میں جنسی بھائی ہیں ان میں جو بڑے مرتبے کے ہیں وہ بڑے جنسی بھائی ہیں ان کی تعظیم ایسی ہی ہونی چاہیے جو بڑے مرتبے کے ہم جنس بھائیوں کے لیے سزاوار ہوتی ہے نہ خدا کی سی''۔

اس میں یہ کہیں ذکر نہیں کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم بڑے نسبی بھائیوں کی طرح کرنی چاہیے اور انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ بس بڑے نسبی بھائی کے برابر ہے، اور ان حضرات کی تعظیم صرف نسبی بھائی کی سی ہونی چاہیے۔ معاذاللہ حدیث میں اکرموا اخواکم۔ اپنے بھائی کی تعظیم کرو کا لفظ آیا تھا جس سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اخوت اور برادری کا ذکر تھا، فرق مراتب کا ذکر نہ تھا حضرت شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس جنسی اخوت میں بھی بڑے چھوٹے کا فرق ظاہر کر کے انبیاء علیہم السلام کے مقام و مرتبے اور عظمت کا اظہار کر دیا اور یہ بتلا دیا کہ اگرچہ کل انسان اولاد آدم ہونے کی حیثیت سے آپس میں باعتبار جنس بھائی بھائی ہیں لیکن پھر بھی ان میں مرتبے کے لحاظ سے بڑے چھوٹے کا فرق ہے، چنانچہ حضرت شہید رحمہ اللہ تعالیٰ آگے لکھتے ہیں ''ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں''۔ (تقویۃ الایمان ص۳۷)

اور لکھتے ہیں ''اللہ کے رسول پر یقین لانا یہ ہے کہ اس کو رسول اللہ کا اور بندہ مقبول سب مخلوق سے کمالات اورخوبیوں میں افضل جانے اورجوبات رسول فرماوے اس کے بجالانے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی سمجھے''۔ (تقویۃ الایمان ص۹۷)

جس شخص کے نزدیک آنحضرت ﷺ سارے جہان کے سرداراورتمام مخلوق سے کمالات اورخوبیوں میں افضل ہونے کاعقیدہ رکھناضروری ہواوروہ اسی کی ترغیب دے رہا ہواوراللہ کے رسول پریقین لانے کے لیے اس کوضروری بتلارہاہو اس پریہ تہمت لگاناکہ ''انبیاء علیہم السلام کی تعظیم صرف بڑے بھائیوں جیسی کرنی چاہیے''۔ کتنابڑادھوکہ دیناہے۔

عبارت نمبر(۱۲)

''اللہ کے سامنے سب نبی چوہڑے چمار سے بھی ذلیل ہیں''۔

جواب:

''جان لیناچاہیے کہ ہرمخلوق بڑاہویاچھوٹااللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں''۔ (تقویۃ الایمان ص۴۳)

ناظرین کرام! ملاحظہ کریں کہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں کہیں بھی کسی نبی یاولی کاصراحتاً ذکر نہیں ہے۔اس میں تواجمالی رنگ میں صرف یہ کہاگیاکہ ''ہرمخلوق بڑا ہو یاچھوٹاوہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''۔مگربہتان باندھنے والوں کی گری ہوئی ذہنیت پرتعجب ہوتاہے کہ انہوں نے اس عبارت میں اپنی طرف سے سب نبی کالفظ بڑھاکراورچوہڑے کالفظ بھی اضافہ کرکے ناپاک بہتان لگادیا۔

حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات اجمال اور تفصیل میں بہت بڑافرق ہوتاہے۔ مثلاًقرآن مجیدمیں فرمایاگیاہے کہ ''انسان کوذلیل پانی سے پیداکیاگیاہے''۔ثم جعل

نسله من سلالة من ماء مهين(سورۂ سجده)الم نخلقكم من ماء مهين۔ (سورۂ مرسلات)

لیکن خاص کر کے یہ کہنا بے ادبی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ذلیل پانی سے پیدا ہوئے ہیں اور مثلاًقرآن کریم میں ارشادفرمایاگیاہے کہ ''امانت الٰہیہ کوانسان نے اٹھالیاوہ بڑاظالم اورجاہل تھا'' (سورۂ احزاب) اورحقیقت یہ ہے کہ امانت الٰہیہ کے اٹھانے والے انسانوں میں سب سے پہلانمبرحضرات انبیاء علیہم السلام کاہی ہے ، بلکہ دوسرے انسانوں تک وہ امانت الٰہیہ انہیں حضرات کے ذریعہ پہنچی ہے لیکن اس کے باوجودمعین اورخاص کرکے تفصیلی رنگ میں انبیاء علیہم السلام کوظلوم وجہول کہنا سخت حرام ہی نہیں بلکہ کفرہے۔

غرضیکہ اجمال اور تفصیل کی ہمیشہ ایک ہی حیثیت نہیں ہوتی اوریہ ضروری نہیں کہ اگرکسی چیزکے تفصیلی عنوان میں کوئی قباحت ہواس کے اجمالی رنگ میں بھی وہی قباحت ہو۔ تقویۃ الایمان میں اس موقع پراجمالی رنگ میں اتناہی کہاگیاہے کہ : '

'ہرمخلوق بڑاہویاچھوٹاوہ اللہ کی شان کے آگے چمارسے بھی ذلیل ہے''۔

اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام ،صالحین اورمقربین کی تفصیل نہیں تھی، بلکہ اجمالی رنگ میں خالق اورمخلوق کی نسبت اورحیثیت کابیان تھا،مگراعتراض کرنے والوں نے خودہی تواس کواپنی طرف سے تفصیلی رنگ میں پیش کرکے توہین انبیاء واولیاء کاارتکاب کیااوراس کا الزام مولاناشہید رحمہ اللہ تعالیٰ پرلگادیا۔ نیزیہ بات بھی ضروری طورپرقابل لحاظ ہے کہ مولاناشہید رحمہ اللہ تعالیٰ کامقصداس طرح کی عبارتوں میں خالق اورمخلوق کے مرتبے اورشان کافرق بیان کرناہے۔ مخلوق کے باہمی درجوں اورفرق مراتب کا بیان مقصودنہیں ہے ،حاصل اس عبارت کایہ ہے کہ دنیاکے باعزت لوگوں ،

بادشاہوں وغیرہ کے مقابلے میں جس طرح چمار کی حیثیت پست اور کمتر ہوتی ہے اور ان میں بہت بڑا فرق اور مرتبوں کا تفاوت ہوتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عظمت والوہیت کے مقابلہ میں تمام مخلوق کی حیثیت ہے بلکہ تمام مخلوق اس سے بھی ادنیٰ اور کمتر درجے میں ہے ،کیونکہ ایک مخلوق کا دوسری مخلوق کے ساتھ بہت سی چیزوں میں امتیاز کے ساتھ بعض چیزوں میں اشتراک بھی ہوتا ہے مثلاً پیدائش اور حاجات ضروریہ میں سب مخلوق شریک ہے ۔ بخلاف خالق اور مخلوق کے کہ مخلوق کے کسی بڑے سے بڑے فرد کو بھی خالق تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا اشتراک حاصل نہیں ہے ۔ اسی شرک کی برائی کے لیے یہ عبارت زیر بحث لکھی گئی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہایت درجے کی رفعت و عظمت ثابت ہے ، اور اس کی مخلوق اس کے بالمقابل انتہائی ذلت و پستی میں ہے ،اس لیے اللہ تعالیٰ کا حق اس کی کسی مخلوق کو دے دینا اسی طرح ہی کی بے ہودگی اور بے انصافی کی بات ہے جیسا کہ بادشاہ کا تاج کسی ادنیٰ ترین مرتبے کی مخلوق چمار وغیرہ کے سر پر رکھ دیا جائے ، بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ بے ہودہ اور ظلم ہے۔کیونکہ بادشاہ کے مقابلہ میں چمار جس قدر ذلیل اور پست ہے ۔اللہ ذوالجلال کی تمام مخلوق اس کی عظمت و جبروت کے مقابلے میں اس سے کہیں زیادہ فروتر اور پست ہے ،کیونکہ چمار اور بادشاہ پھر بھی دونوں انسان ہیں اور دونوں اللہ کی مخلوق ہیں لیکن اللہ عزوجل اور اس کی مخلوق میں کسی قسم کی بھی شرکت نہیں ۔ علامہ زرقانی نے ''شرح مواہب'' میں اسی نقطے کی طرف اس طرح اشارہ کیا، فرماتے ہیں کہ :

هو تجريد القلب لله واحتقارماسواه بالنسبة لعظمة سبحانه والافاحتقارنحو نبی كفر (ص۱۰۴ ج ۱) تصرف اس کا نام ہے کہ قلب کو صرف

اللہ کے لیے خالی کردے اور اس کی عظمت وجلال کے مقابلہ میں تمام ماسوا کو حقیر جانے (اور یہ حقیر سمجھنا خداہی کے جلال وجبروت کے لحاظ سے ہو) ورنہ نبی اور ان جیسے مقربین کو (فی نفسہ) حقیر جاننا کفر ہے۔

عبارت نمبر(۱۳)

''رحمۃ للعالمین ہونا صرف نبی علیہ السلام کا خاصہ نہیں ہے''۔

جواب :

سوال : لفظ رحمۃ للعلمین مخصوص آنحضرت ﷺ سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں ؟

جواب : لفظ رحمۃ للعلمین خاصہ رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۲۱۸)

فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت میں اس سے اگلا جملہ یہ ہے ''اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب سے اعلیٰ ہیں''اگر اس جملے کو مقرر کر دیا جاتا تو افتراء پردازی اور بہتان طرازی کا موقع ہی نہ رہتا، کیونکہ اس میں صاف طور سے رسول اکرم ﷺ کا سب سے اعلیٰ درجے میں رحمۃ للعلمین ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ اور اس خاص حیثیت میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے ،اس حیثیت سے جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے لفظ رحمۃ للعالمین خاصہ ہے اگرچہ بعض دوسری حیثیات سے دوسرے انبیاء و اولیاء غوث وقطب بھی عالم کے حق میں رحمت کا سبب ہیں۔

اس طرح آنحضرت ﷺ کی رحمۃ للعالمین ہونے اور دوسرے انبیاء و اولیاء کے سبب رحمت ہونے میں بہت بڑا فرق ثابت ہوگیا، اسی کو فتاویٰ رشیدیہ میں سب سے اعلیٰ لکھ کر واضح کیا گیا ہے۔ مگر اعتراض کرنے والوں نے اس لفظ کو جس سے

خصوصیت آنحضرت ﷺ کی ثابت ہو رہی تھی چھپا کر اور عبارت میں خیانت کر کے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ پر بہتان لگا دیا۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ بھی نبی اور رسول ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی بلاشبہ نبی اور رسول ہیں مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ کی نبوت اور دوسرے انبیاء کی نبوتوں میں بڑا فرق ہے۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت اعلیٰ درجہ کی ایسی نبوت ہے جو آپ ہی کے لیے خاص ہے۔ اس طرح یہ نبوت کا اعلیٰ درجہ آپ کے لیے خاص ہے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء، اولیاء وغیرہ بھی عالم کے لیے رحمت کا سبب ہیں مگر آنحضرت ﷺ سب سے اعلیٰ درجے میں سبب رحمت ہیں جو آپ کے لیے خصوصیت ہے۔

اس عبارت میں حضور ﷺ کے لیے سب سے اعلیٰ درجے کی خاص شان رحمت عالم ہونے کی ظاہر کر کے دوسرے انبیاء اور اولیاء کی شان رحمت کو بھی بیان کرنا اور آنحضرت ﷺ کی شان رحمت کو سب سے اعلیٰ بتلانا قابل اعتراض بات ہے ؟ اور یہ لوگ انبیاء و اولیاء کے رحمت عالم ہونے کے منکر ہیں ؟۔

عبارت نمبر (۱۴)

''نبی علیہ السلام کے بعد بھی کئی نبی پیدا ہوں تو کوئی حرج نہیں''۔ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔
(تحذیر الناس ص ۳۴)

جواب :

تحذیر الناس کا مقصد اور موضوع آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کو ثابت کرنا ہے، اور ایسے تمام شبہات کا ازالہ کرنا ہے جو ختم نبوت پر کیے جا سکتے تھے۔

اس کتاب میں ختم نبوت کے مسئلہ کو قطعی دلیلوں سے ثابت کر کے یہ بتلایا گیا ہے کہ جو شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ ''تحذیر الناس'' کے ص ۱۰ پر لکھتے ہیں ''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی او کما قال۔ جو بظاہر طرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس کو اجماع امت بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد رکعت فرائض اور وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعت متواتر نہیں، جیسا ان کا منکر کافر ہے اس کا منکر بھی کافر ہوگا''۔ (تحذیر الناس ص ۱۰)

اس عبارت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی چار دلیلیں پیش کی ہیں۔ دو دلیلیں تو قرآنی لفظ خاتم النبیین سے ہی باعتبار دلالت مطابقی اور دلالت التزامی بیان کی ہیں، یعنی اطلاق اور عموم کے اعتبار سے جس طرح ختم مرتبی پر لفظ خاتم النبیین کی دلالت مطابقی ہے ایسے ہی ختم زمانی پر بھی اس لفظ کی دلالت مطابقی ہے ورنہ دلالت التزامی سے ختم زمانی ثابت ہے۔ اور تیسری دلیل میں متواتر احادیث سے ختم نبوت زمانی پر بیان فرمائی ہے۔ اور ان احادیث کو ایسا متواتر قرار دیا ہے جیسا کہ وہ احادیث متواتر ہیں جن سے فرائض کی رکعت کی تعداد ثابت ہوتی ہے اور پھر کہا ہے کہ ختم نبوت زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ تعداد رکعت فرائض کا منکر۔ چوتھی دلیل مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ امت

محمدیہ علیٰ صاحبھا السلام والتحیۃ کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔

ختم نبوت زمانی اور آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے کی ان چار زبردست دلیلوں کے قائم کرنے کے باوجود اور اس کے منکر کو کافر لکھنے کے باوجود مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ختم نبوت زمانی کے انکار کی نسبت کرنا اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ

ع بے حیا باش و ہر چہ خاہی کن

حیادار آدمی کے لیے تو ایسی تہمت لگانے کے بعد منہ دکھلانا مشکل ہوتا ہے۔ یہ تو ایسا ہی اعتراض ہے جیسا کہ کوئی حیادار آدمی کہے کہ قرآن کریم معاذاللہ شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں جگہ جگہ شرک کی تردید اور توحید کی تعلیم موجود ہے۔

بات یہ ہے کہ ''تحذیرالناس'' کے مضامین عالیہ کے سمجھنے کے لیے جس عالی دماغی اور دقت نظری کی ضرورت ہے اس سے بریلوی مجدد احمد رضا خان صاحب بالکل تہی دامن تھے، پھر تکفیر کے شوق نے ان کو ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھنے نہیں دیا۔ اسلامی عبارتوں میں بھی اہل حق کے ساتھ عناد و حسد کی وجہ سے کفری مضامین نظر آنے لگے ختم نبوت کے اثبات کی جگہ انکار ختم نبوت دیکھنے لگے۔

فانھا لا تعمی الابصار ولٰکن تعمیٰ القلوب التی فی الصدور کے وہ مصداق تھے، کہ تحذیرالناس کی صریح عبارتیں جن میں ختم نبوت زمانی کا بھی صاف صاف اثبات اسی کتاب میں موجود ہے، انہوں نے نہیں دیکھا۔ حالانکہ قرآن، حدیث متواتر، اجماع امت سے آنحضرت ﷺ کا خاتم زمانی اور آخری نبی ہونا ثابت کیا ہے۔

جیسا کہ ص۱۰ کی عبارت اوپر گزرچکی ہے اس کو پڑھ کر ہر صاحب انصاف شخص مصنف کا مقصود سمجھ سکتا ہے مگر خان صاحب بریلوی نے ایک سطر ص۱۴ کی لے کر دوسری ص۲۸ کی ملاکر پھر ان کے بعد ص۳ کی دو سطریں ملائیں اور تینوں جگہوں کی عبارتوں کو جمع کر کے غلط صورت میں لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی کوشش کی ۔ دھوکہ دہی اور تلبیس کی یہ ایک مثال ہے جو مجدد بریلوی کا خاص طریقہ اور شعار ہے ۔

اس کے بعد سنیے اور غور کیجئے کہ مجدد بریلوی نے کس طرح دجل اور فریب سے کام لیا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت زمانی کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کو بھی ثابت کیا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانے کے اعتبار سے خاتم ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں ، یعنی آپ کو براہ راست بغیر کسی واسطے کے نبوت عطا فرمائی گئی ہے ، اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے نبوت سے موصوف کیا گیا ہے ، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور ان کے کمالات میں واسطہ اور ذریعہ ہیں ، اور ان کی نبوتیں اور ان کے کمالات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے گئے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو کارخانۂ اسباب میں بغیر کسی واسطہ کے روشنی عطا فرمائی ہے اور چاند اور ستاروں کو آفتاب کے واسطے سے روشن کیا ہے اور وہ اپنی روشنی حاصل کرنے میں آفتاب کے محتاج ہیں ، اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت اور تمام کمالات کے حاصل کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کے محتاج ہیں ۔

غرضیکہ مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاتمیت زمانی کے ساتھ دوسری خاتمیت مرتبی بھی ثابت ہے ، خاتمیت زمانی تو کسی وضاحت کی

محتاج نہیں ، ہر شخص سمجھتا ہے کہ جس کا زمانہ آخری ہو اور اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے وہ خاتم زمانی ہے ، اور یہ خاتمیت زمانی بھی مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قرآن وحدیث اور اجماع سے اسی کتاب ''تحذیر الناس'' میں ثابت کی ہے اور اس کے انکار کو کفر کہا ہے ، مگر دوسری خاتمیت مرتبی کے معنیٰ سمجھنے کی ضرورت ہے جو کہ اوپر لکھے گئے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے مستفیض اور آپ کے نور سے مستنیر ہیں اور جس کو بھی کمالات نبوت عطا ہوئے سب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ذریعے اور واسطے سے عطا ہوئے ۔ یہی مطلب ہے اس عبارت کا جو معترض نے بریلوی خان صاحب کے پیچھے لگ کر اور آنکھ بند کر کے لکھ دی ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ آپ کے بعد کسی نبی کا وجود ممکن ہو تو پھر بھی آپ کی اس مرتبی خاتمیت میں فرق نہ آئے گا کیونکہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی فیض نبوت سے مستفید ہوگا تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے انبیاء کے خاتم ہیں اور انہوں نے آپ کے فیض سے نبوت کا فیض حاصل کیا ہے ایسے ہی فرضی طور پر کسی نبی کا وجود اور بھی اگر ہو تو اس کا وصف نبوت بھی آپ کے ہی فیض سے ہوگا ۔ گویا انبیاء علیہم السلام کے افراد محققہ اور افراد مقدرہ دونوں ہی کے لیے آپ فیض رسانی میں واسطہ اور ذریعہ ہیں اور سب کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبے کے اعتبار سے خاتم ہیں ۔

یہ عبارت مرتبی خاتمیت کے بارے میں ہے مگر بریلوی خان صاحب نے اپنی فسادی طبیعت کی وجہ سے اس کو زمانی خاتمیت کے ساتھ لگا کر ختم نبوت زمانی کے انکار کا الزام گھڑلیا ۔ مطلب تو تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمام انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں ان کا خاتم مرتبی ہونا اور وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونا وہ صرف موجود افراد کے اعتبار سے ہی نہیں ہے بلکہ افراد فرضی اور مقدرہ کے اعتبار سے بھی آپ خاتم

مرتبی ہیں اور اس خاتم مرتبی میں فرضی اور مقدرہ افراد کی وجہ سے کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ بات ختم نبوت مرتبی کو ثابت کرنے کے لیے کہی گئی تھی ،اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے ، کیونکہ ختم زمانی کو تو مولانا پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں اور یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ کسی نبی کے آنے سے ختم زمانی میں بھی کچھ فرق نہیں آئے گا اس لیے کہ کسی نبی کا آنا ختم زمانی کے یقیناً خلاف ہوا اور اس کو تسلیم کرنا یقیناً کفر ہو گا۔

مولانا کی عبارت میں ''اگر بالفرض'' کا لفظ موجود ہے۔ تھوڑی سی سمجھ بوجھ والا بھی اس عبارت سے یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ یہ فرضی بات سمجھائی جارہی ہے ، کسی نبی کے آپ ﷺ کے بعد وجود کو تسلیم نہیں کیا جارہا۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لو کان نبی من بعدی لکان عمر اگر میرے بعد بالفرض کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے ۔کیا کوئی عقل کا اندھا اس حدیث میں تحریف سے یہ مضمون نکال کر الزام لگا سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبی ہونا ثابت کیا ہے ؟ ہرگز نہیں بلکہ اس سے مقصود بطور ترقی کے اپنے بعد کسی نبی کے آنے کو محال قرار دیا ہے۔

عبارت (۱۵)

''نبی علیہ السلام ساری زندگی میں گناہ ہی کرتا ہے''۔

دیوبندیوں کے شیخ الہند کا ترجمہ قرآن ''تا معاف کرے اللہ تعالیٰ تجھ کو جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے''۔ (ترجمہ قرآن مجید شیخ الہند)

عبارت نمبر (۱۶)

''نبی علیہ السلام گناہگار تھے''۔

دیوبندی شیخ الہند کا فتویٰ : ''معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے'' (قرآن مجید ترجمہ شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی آیت ۱۹ پ ۲۶ رکوع ۴ سورۃ محمد)

جواب :

قرآن کریم کی آیت سورۂ فتح اور سورۂ محمد کے ترجمہ پر جو اعتراض اشتہار میں کیا گیا ہے وہ محاورۂ زبان کو نہ جاننے کی وجہ سے کیا گیا ہے، یا پھر دانستہ دھوکہ دینے کے لیے اعتراض کر دیا گیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ليغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخر فرماکر حضور اکرم ﷺ کے لیے مکمل حفاظت اور عصمت کا اعلان فرمادیا ہے ۔ اور اس طرح کے اعلان سے محاورہ کے مطابق رضامندی اور خوشنودی کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ بشریت کے تقاضے سے اگر کوئی بھول چوک پہلے ہوئی ہو یا آئندہ بھی ہوجائے وہ سب گزشتہ اور آئندہ پیشگی ہی معاف ہیں اور ان سے اپنی مکمل رضامندی کا اظہار فرمادیا گیا ہے ۔

دونوں آیتوں میں ذنب سے مراد وہ بھول چوک ہے جس کو آپ ﷺ کے مرتبہ عالیہ کے لحاظ سے ذنب یعنی گناہ کہہ دیا گیا ورنہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس (کو) ہر قسم کے گناہوں سے چھوٹے ہوں یا بڑے معصوم رکھا گیا ہے ایسی ہی بھول چوک کی طرف ذنب کے لفظ سے اشارہ کرکے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ ہم نے زندگی بھر کی تمہاری ایسی تمام بھول چوک کو معاف کر دیا جس سے تمہیں کسی قسم کی باز پرس کا اندیشہ ہوسکتا ہے ،آپ بالکل بے فکر رہیں ۔ اس طرح کا اعلان سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی نبی کے لیے نہیں کیا گیا آپ کے لیے یہ اعلان کہ آپ ﷺ کو ہر طرح کی داروگیر اور مؤاخذہ سے مطمئن و بے فکر کر دیا گیا ہے آپ کے

لیے بڑی بشارت عظمیٰ اور عظمت کی حامل ہیں ۔ اور مقام محمود میں آپ ﷺ کی شفاعت کی طرف اشارہ ہے ۔ اسی لیے جب میدان محشر میں انبیاء علیہم السلام شفاعت کبریٰ کے لیے اپنی بعض لغزشوں کی گرفت کے خوف سے تیار نہیں ہوں گے اس وقت حضور ﷺ درخواست کرنے پر تمام مخلوق کی شفاعت کے لیے تیار ہو کر فرمائیں گے کہ میں اس کے لیے تیار ہوں چونکہ آپ ﷺ کو اس قسم کے خوف واندیشے سے بے فکر فرمادیا گیا تھا۔

اس سورۂ فتح کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے عبادت میں بہت زیادہ کثرت فرمادی تھی یہاں تک کہ قدم مبارک پر ورم ہوجاتا تھا۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ جب آپ کی اگلی پچھلی بھول چوک معاف ہونے کا اعلان اللہ تعالیٰ نے کردیا ہے تو پھر اس درجے ریاضت اور عبادت میں آپ کیوں مشقت برداشت فرمارہے ہیں ؟ ۔ آنحضرت ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا ''کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ؟'' ایک حدیث میں آتا ہے کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں ، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ تمام دن یا ساری زندگی (نعوذ باللہ) گناہ ہی کرتے تھے جیسا کہ اشتہار والے نے یہ گستاخانہ بات لکھ دی ہے ، بلکہ اپنے تمام گناہوں سے پاک و معصوم ہونے کے باوجود آپ استغفار کرتے تھے اور معمولی بھول چوک جو امت کے حق میں بھی قابل مؤاخذہ نہیں ہوتی آپ اس کو بھی گناہ تصور کرتے اور اس سے استغفار فرماتے تھے ۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضرت ﷺ کے استغفار کرنے کو اسی روشنی میں دیکھتے تھے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل میں کبھی بھی یہ شبہ پیدا نہیں ہوا کہ یہ اتنی بڑی معصوم ہستی استغفار کیوں کرتی ہے ، اس لیے آنحضرت ﷺ کا استغفار

کرنا آپ کی عصمت کے ہر گز خلاف نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت اور بلندی درجات کا وسیلہ ہے ، اسی وجہ سے ہر پیغمبر کی زندگی میں استغفار کی یہ عبادت درجات قرب کے لیے بطور اسوہ کے پائی جاتی ہے ، سورۂ فتح کی اس آیت مبارکہ میں بھی اور سورۂ محمد کی آیت میں بھی ذنب کا یہی مطلب ہے اور اس سے استغفار کرنے اور معافی مانگنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ سورۂ نصر میں وسبح بحمد ربك واستغرہ کے معنیٰ بھی یہی ہیں کہ اپنے رب کی حمد و ثنا اور پاکیزگی بیان کیجئے اور اس سے بخشش طلب کیجئے ۔

بخاری شریف کی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورۂ نصر کے اس حکم کی تعمیل میں روزانہ ستر دفعہ استغفار فرمایا کرتے تھے (کتاب التفسیر بخاری ص۹)

اس آیت کے ترجمے میں مولانا احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے ''تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو، اور اس سے بخشش چاہو'' (کنز الایمان ص ۸۷۰) کیونکہ اس جگہ بخشش چاہنے کا تعلق امت کے گناہوں کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا تھا اس لیے فاضل بریلوی نے بھی مجبور ہو کر استغفرہ کا صحیح ترجمہ اس سے بخشش چاہو ہی کر دیا ہے اور یہاں وہ تاویلی اور مجازی معنیٰ نہیں کیے جو سورۂ محمد کی آیت واستغفر لذنبك میں کیے تھے ۔

علماء محققین نے ہر جگہ ذنب کے معنیٰ حقیقی اور لغوی کیے ہیں اور دو سو سال سے علماء اہل سنت اس کا ترجمہ گناہ سے کرتے رہے ہیں ۔ فاضل بریلوی حدیث پاک میں آنے والی دعاؤں کا ترجمہ کس طرح کریں گے جو حضور ﷺ کی زبان پاک سے نکلی ہوئی ہیں اور ان میں ذنب کی نسبت آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف کی ہے ۔

عبارت نمبر(۱۷)

''موسیٰ علیہ السلام غلط حرکت کر بیٹھے''۔

جواب :

''موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس وقت غلطی کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہوگئی'' (سورۂ شعراء) فرعون نے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبطی کے قتل کا واقعہ یاد دلایا تھا اور کہا تھا کہ تم نے وہ حرکت کی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا، مگر عمداً اور ارادہ سے نہیں کی تھی غلطی سے ہوگئی تھی، مکا مارا تھا سمجھانے کے لیے مگر وہ اس سے مرگیا۔ معترض نے ''غلط حرکت'' کا لفظ بڑھا کر اعتراض کر دیا، حالانکہ بغیر ارادہ کے غلطی سے کسی حرکت کا ہو جانا اور بات ہے، یہ قابل اعتراض نہیں ہے اور ارادہ کر کے ''غلط حرکت'' کرنا دوسری بات ہے۔ معترض نے ''غلط حرکت'' کر کے اس کو قابل اعتراض بنا دیا، درآنحالیکہ ترجمہ میں صاف لکھا ہے کہ ''مجھ سے غلطی ہوگئی'' یعنی ''مکا مارنے کی حرکت'' غلطی سے ہوگئی تھی وہ حرکت غلط نہیں کی، قبطی کی خطا پر مکا مارنا تو تنبیہ کے لیے ٹھیک تھا اتفاق سے وہ مرگیا۔

عبارت نمبر(۱۸)

''یوسف علیہ السلام نے زنا کا ارادہ کیا'' (معاذاللہ)۔

جواب :

''البتہ عورت نے فکر کیا ان کا (یوسف کا) اور یوسف نے فکر کیا عورت کا''۔ (پ۱۲)

چونکہ لو شرطیہ کو ایسے جملہ سے تعلق قائم کرنا عربیت کا عام قاعدہ کے لحاظ

سے درست نہیں ہے اس لیے اکثر مترجمین نے وہی ترجمہ کیا ہے جو اوپر لکھا ہے ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصد وارادہ طبعی میلان کے درجہ کی چیز تھی نہ کہ قصد اختیاری کے درجہ کا۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد وارادہ سے مراد ''دلی خطرہ'' ہے جسے محض خیال کہنا چاہیے ، اور حدیث قدسی میں ہے کہ :

وان هم بسينة فلم يعمله فاكتبوهاحسنة فانماتركهامن جرآئي۔ میرا بندہ برائی کا قصد کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو بھی ایک نیکی لکھ لو کیونکہ اس نے میرے خوف کی وجہ سے اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔

جس قصد کو اس حدیث قدسی میں ناقابل گرفت بلکہ اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں سبب اجر قرار دیا ہے ، وہی قصد یوسف علیہ السلام میں پیدا ہوا اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس پر قابو رکھا بخلاف زلیخا کے کہ وہ اپنی خواہش نفس کے سیلاب میں بہہ گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھاگ کر اپنا۔۔۔ محفوظ کیا۔

خواہش کا ہونا فطرت انسانی کے کمالات سے کر دیا ہے لیکن خواہش کا اندر ہونا پھر حکم الٰہی کے تحت قابو میں رکھنا یہ وہ کمال ہے کہ اس کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام ملائکۃ اللہ سے مختار اور افضل ہیں ۔

عبارت نمبر (۱۹)

''حضرت یونس علیہ السلام نے خدا کو مجبور و عاجز سمجھا''۔

جواب :

''اور مچھلی والے کو (یونس) جب چلا گیا غصہ ہو کر وہ پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو'' (پ۱۷)

یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ حضرت یونس علیہ السلام واقعۃً ایسا سمجھتے تھے ، ایسا

خیال توخداتعالیٰ کے بارہ میں ایک ادنیٰ مومن بھی نہیں کرسکتابلکہ عرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں مترشح ہوسکتاتھا، حق تعالیٰ کاملین کی بہت چھوٹی سی لغزش کوان کی تربیت کی خاطر سخت پرایہ بیان میں اداکرتاہے ،اس سے کاملین کی تنقیص نہیں ہوتی جیساکہ معترضین نے سمجھاہے ،بلکہ ان کی عظمت شان ظاہرہوتی ہے کہ اتنے بڑے بلندمرتبہ کے ہوکراتنی چھوٹی سی فروگزاشت بھی کیوں ہوئی ۔

بہرحال حضرت یونس علیہ السلام نے واقعۃً خداتعالیٰ کومجبوروعاجز نہیں سمجھاتھا، صورت حال کچھ ایسی ہی تھی جس سے اس بات کوکوئی ان کی طرف منسوب کرسکتاتھا، تواللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت شان ظاہرکرنے کے لیے یہ بات ان کی طرف منسوب فرمادی کہ وحی کے انتظارکے بغیرقوم پرغصہ ہوکرچلے جانے سے یوں سمجھاجاسکتاہے کہ گویاانہوں نے یہ سمجھ لیاتھاکہ ان کوہم نہ پکڑسکیں گے '' واقعۃً ان کایہ گمان نہ تھا۔

عبارت نمبر(۲۰)

''انبیاء علیہم السلام خیال کرنے لگے کہ خدانے ہم سے جھوٹاوعدہ نصرت کیاتھا''۔

جواب :

''یہاں تک کہ جب ناامیدہونے لگے رسول اورخیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہاگیا'' (سورۂ یوسف پ۱۳)

اورترجمہ میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ ''انبیاء خیال کرنے لگے کہ خدانے ہم سے جھوٹاوعدہ نصرت کیاتھا'' جیساکہ معترض نے اعتراض کیاتھاہوسکتاہے کہ یہ خیال کرنے والے کافرہوں ۔اورمطلب یہ ہوکہ کافریہ خیال کرنے لگے کہ نصرت الٰہی

اور کافروں پرعذاب وغیرہ کاوعدہ ان سے جھوٹا کیا گیاتھا۔ اس صورت میں یہ خیال کافروں کاہوگا۔

یا یہ مطلب ہے کہ واقعۃً انبیاء علیہم السلام یہ خیال کرنے لگے تھے کہ ان سے نصرت کاجھوٹا وعدہ کیاگیاتھابلکہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ دیکھ کربے اختیاروسوسہ کے درجہ میں ایک وہم گزرنے لگاہو کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کاجووعدہ کیاگیاتھاکیاوہ پورا نہ کیا جائے گاجیساکہ دوسری آیت میں فرمایاگیاہے : وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین آمنوا معه متیٰ نصر الله (پ۲)

عبارت نمبر(۲۱)

''انبیاء علیہم السلام کو بھی طاغوت (شیطان) کہاجاسکتاہے''۔

جواب :

''طاغوت کامعنیٰ ماعبد من دون الله ،اوراس معنیٰ بموجب طاغوت جن اور ملائکہ اور رسول کوبولناجائزہوگا''۔ (تفسیر بلغۃ الحیران ص ۴۳)

طاغوت جب شیطان اور سرکش کے لیے آیاہوتواس کاملائکہ اوررسول پربولنا ہرگزجائزنہیں ہے ،اور تفسیر بلغۃ الحیران میں اس معنیٰ کے لحاظ سے ملائکہ اوررسول پر اس کابولنا جائزنہیں لکھا ،البتہ جب اس معنیٰ ''شیطان اور سرکش'' سے اس لفظ کو خالی کرکے ایک دوسرے اصطلاحی معنیٰ ''ہرمعبود من دون اللہ'' میں اس کو استعمال کیاجائے توپھرجس کی بھی عبادت کی جائے اس پراس کوبولناجائزہوگا ،چاہے وہ معبود من دون اللہ مقبولان الٰہی میں سے ہی کیوں نہ ہوکیونکہ اس وقت اس میں سرکشی وغیرہ کے برے معنیٰ ملحوظ نہ ہوں گے ۔ اسی لیے بلغۃ الحیران میں طاغوت کامعنیٰ کلماعبد من دون الله بتلاکرلکھاہے کہ اس معنیٰ بموجب طاغوت جن اورملائکہ

اور رسول کو بولنا جائز ہو گا اس لیے یہ اعتراض کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی طاغوت (شیطان) کہا جا سکتا ہے ،کیونکہ مصنف بلغۃ الحیران نے طاغوت کے دوسرے اصطلاحی معنیٰ معبود من دون اللہ کے لحاظ سے اس کا اطلاق ملائکہ اور رسول پر کیا ہے۔ ''شیطان'' کے معنیٰ کے لحاظ سے ہرگز یہ لفظ نہیں بولا گیا اور نہ ہی اس معنیٰ کے لحاظ سے اس کا بولنا ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام پر جائز ہو گا۔

عبارت نمبر(۲۲)

''یوسف علیہ السلام کا حسن دیوبندیوں کے کالے غلاموں جیسا تھا''۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید اسود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

(مرثیہ۔ مرتبہ مولانا۔۔۔)

عبارت نمبر(۲۳)

''رشید احمد گنگوہی کی شان عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہے''۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

(مرثیہ)

عبارت نمبر(۲۴)

''مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی نبی علیہ السلام جیسے تھے''۔

زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعل ہبل
شاید اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

(مرثیہ)

جواب :

''یوسف ثانی ''اردو شاعری میں صرف اعلیٰ درجہ کے حسین کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ علماء کرام نے ''لکل فرعون موسیٰ '' کے معنیٰ بتلائے ہیں کہ ہر باطل پرست کی سرکوبی کے لیے حق پرست کو مقرر فرمادیا جاتا ہے ،اس عربی مثال میں موسیٰ کے معنیٰ صرف ''حق پرست'' ہے اسی طرح یوسف اور یوسف ثانی کے معنیٰ حسین کے ہیں۔

''مردوں کو زندہ کیا الخ''۔اس شعر میں مرنے سے گمراہی مراد ہے اور جینے سے ہدایت۔موت وحیات کا استعمال ان معنوں میں قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ اومن کان میتافاحییناہ،اس آیت میں موت وحیات سے صرف گمراہی اور ہدایت مراد ہے۔اس لحاظ سے شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے گمراہوں کو ہدایت یاب بنایا اور ہدایت یافتہ لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچالیا، کاش ذرا مسیح ابن مریم علیہ السلام ذرا اس روحانی میحائی کو ملاحظہ فرماتے اور اس کی تحسین فرماتے۔

شاعر نے لفظ ''ثانی'' کو دوم، دوسرے کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے اور یہی اسکے حقیقی معنیٰ ہیں شاعر نے اپنے اس تخیل کو ادا کیا ہے کہ دنیا میں پہلی مرتبہ اعل ھبل اس وقت کہا گیا جبکہ شیطان ملعون نے کفار کے حوصلے بڑھانے کے لیے غزوہ احد میں الاان محمدا قدقتل پکارا تھا،اس پر کفار اظہار مسرت کرتے ہوئے اعل ھبل اعل ھبل کے نعرہ لگاتے تھے، ۔اب دوسری مرتبہ جو اہل باطل کی زبان سے وہی کلمہ ملعونہ سنا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی حامی سنت، خادم دین ورسالت حامل لواء ہدایت، ماحی کفر رسوم کفر وضلالت اس دنیا سے اٹھ گیا ہے،

جس کی خوشی میں یہ باطل پرست وہی پرانا سبق دہرا رہے ہیں ۔تواس حیثیت سے آنحضرت ﷺ تواس بات میں اول '' پہلے '' ٹھہرے اور یہ شخص ''ثانی ''یعنی دوسرا ہوا۔

اعتراض کرنے کے لیے سخن فہمی کا سلیقہ بھی درکار ہے۔

ہروہ شخص جس کوکسی زبان کے ادب سے تھوڑی سے دلچسپی ہوگی وہ بخوبی جانتا ہوگا کہ شعراء اپنے کلام میں بہت دوردور کے استعارات اورکنایات سے کام لیتے ہیں۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

مامریداں بسوئے کعبہ چوآریم چوں
روبسوئے خانہ خماردارد پیرما

جب ہماراپیرمغاں ہی شراب خانہ کی طرف جارہاہے ،توہم خانہ کعبہ کی طرف کیوں رخ کریں۔

اورحضرت خواجہ میردرد کہتے ہیں ؎

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکند باخلق مارا کارنیست

صرف نمونہ کے طورپربزرگوں کے یہ چنداشعارلکھ دیے ہیں ورنہ ایسے استعارات اورکنایات بہت ہیں۔

عبارت نمبر(۲۵)

''لاالٰہ الااللہ اشرف علی رسول اللہ '' کہنے والے کی تعریف کرناچاہیے ''۔

ایک آدمی نے خط لکھا کہ :

''میں رات کوسویااورخواب میں کلمہ مولوی اشرف علی کا پڑھتاہوں اور

درود بھی اشرف علی تھانوی کا ہی پڑھتا ہوں ، جب بیدار ہوا تو زبان پر پھر بھی اشرف علی کا ہی نام آتا ہے ۔ بڑی کوشش کرتا ہوں لیکن اب بیدار ہو مجبور ہو اور یہ پڑھتا ہوں لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور درود یہ پڑھتا ہوں اللھم صل علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی '' ۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب جو دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ :

'' اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے '' ۔ (رسالہ الامداد صفر ۱۳۳۶ ھ)

جواب :

اس عبارت میں اصلی عبارت کو کاٹ چھانٹ کر کے پیش کیا گیا ہے ۔ اول تو یہ واقعہ دن کا ہے رات کا نہیں ، معترض نے لکھا ہے کہ '' میں رات کو سویا '' دوسرے خواب والا لکھتا ہے کہ '' خواب میں کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں '' ، جس سے واضح ہے کہ اپنے ارادہ سے وہ صحیح کلمہ محمد رسول اللہ ہی پڑھنا چاہتا تھا مگر غلطی سے دوسرا نام لیتا تھا ۔

اعتراض کرنے والے نے اس فقرہ '' لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں '' کو حذف کر دیا اور عبارت یوں بنا دی '' کلمہ مولوی اشرف علی کا پڑھتا ہوں '' ، جس سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ پہلے ہی سے اس کا ارادہ غلط کلمہ پڑھنے کا تھا ، حالانکہ خواب والا لکھتا ہے '' اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے ، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح

درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے''۔

خواب والا خواب میں ہی اپنی غلطی کا احساس کر رہا ہے اور اس کو یقین ہے کہ یہ غلط ہے اس لیے غلطی کی اصلاح کے لیے خواب میں ہی کلمہ کو صحیح طور پر پڑھنا چاہتا ہے لیکن زبان بے اختیار ہے۔

تیسرے یہ کہ خواب میں درود شریف پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے ، مگر معترض نے ''درود شریف اشرف علی تھانوی کا ہی پڑھتا ہوں'' اپنی طرف سے لکھ دیا۔

یہ تو خواب کی مختصر تفصیل تھی اب بیدار ہونے کے بعد کی حالت کو سنیے۔

خواب والا لکھتا ہے کہ ''حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے ، اس واسطے کہ پھر ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں ، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں ، لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں''۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ خواب والے نے بیدار ہو کر بھی اس کو ایک غلطی ہی سمجھا اور اس غلط خیال کو دل سے دور کرنے کی کوشش کی اور اس کی اصلاح کے لیے آنحضرت ﷺ پر درود شریف بھیجنی چاہی اس میں بھی اس سے غلطی ہوئی اور بے اختیاری اور مجبوری میں زبان قابو میں نہیں رہی ۔ درود شریف میں غلطی کا واقعہ بیداری میں ہوا مگر بے اختیاری اور مجبوری میں ہوا۔

پھر خواب اور بیداری کی ان دونوں کیفیتوں کے گزر جانے کے بعد خواب والے کا بیان ہے کہ ''دوسرے روز بیداری میں رقت رہی اور خوب رویا''۔

ناظرین خدا کے لیے انصاف سے کام لیں جس شخص کے عقیدہ میں اس قدر پختگی ہو کہ وہ خواب میں بھی بار بار صحیح کلمہ پڑھنے کی کوشش کرے اور زبان قابو میں نہ رہے بے اختیار اس کی زبان سے غلط کلمہ نکل جائے ، بیداری میں غلطی کے تدارک کے لیے درود شریف پڑھے ، پھر بھی بے اختیاری ، مجبوری میں غلط درود شریف پڑھا جائے ، وہ خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں ایک لمحہ کے لیے بھی کلمہ شریف اور درود شریف میں شک و تردد نہیں کرتا، محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی کلمہ شریف پڑھنا چاہتا ہے اور آپ ﷺ پر ہی درود شریف پڑھتا ہے اور جب غلطی سے دوسرا نام زبان سے نکلتا ہے تو نیند میں بھی اور بیداری میں بھی اس کو غلطی یقین کرتا ہے ، اس کا دل رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت پر مطمئن ہے تو اس اطمینان قلبی کے حاصل ہونے کے باوجود اس کی اس صرف زبانی خطا اور لغزش کی وجہ سے کیا ایسے شخص پر کوئی فتویٰ لگایا جاسکتا ہے ؟ ۔

قرآن کریم میں وقلبه مطمئن بالايمان ، اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے ۔آیا ہے۔ کہ دل کے اطمینان و یقین کے ہوتے ہوئے اگر کلمہ کفر بھی زبان سے سرزد ہو جائے تو وہ مومن ہی رہے گا۔ یہ شخص خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں اس کی زبان سے جو غلط کلمہ نکل رہا ہے اس کو غلط اور کفر ہی سمجھ رہا ہے اور اس کی تلافی کرنا چاہتا ہے ، ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دلی عقیدہ میں کسی قسم کا تذبذب نہیں پیدا ہوا۔ اور گو اس پر توبہ کرنا ضروری نہیں تھا مگر جب اس کی یہ حالت ختم ہو جاتی ہے تو اس پر خوب روتا ہے ۔ گویا رقت قلب کے ساتھ توبہ بھی اس پر کر چکا ہے ، تو اس پر ایسا ناجائز الزام تھوپنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وہ شخص '' اشرف علی رسول اللہ '' کہنے والا تھا۔ ارادہ سے کہنا اور بات ہے ، زبان سے خطا نکلنا اور بات ہے ۔ دونوں میں

بڑافرق ہے۔

دوسرے اس کی مجبوری اور بے اختیاری اور توبہ کرنے کے بعد اس پر کسی قسم کی تنبیہ کی بھی ضرورت نہیں رہی جبکہ وہ خود ہی اس کو غلط سمجھ رہا ہے اور اس پر توبہ کر رہا ہے اور پریشان ہے، اب صرف اس کے وحشت انگیز خواب کی صحیح تعبیر بتلا کر اس کی پریشانی کو بھی دور کرنے کی ضرورت تھی، جس طرح کہ جب حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت آج رات میں نے ایک بہت براخواب دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا میری گود میں رکھ دیا گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر ان کی وحشت و پریشانی کو دور کر دیا کہ رائیت خیرا یہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ زہرا کے بچہ پیدا ہو گا جس کو تم کھلاؤ گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے اس خواب کی یہ تعبیر لکھ دی کہ ''اس واقعہ میں تسلی تھی جس طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے''۔

اس تعبیر سے ان صاحب واقعہ کی پریشانی کو بھی دور کر دیا اور لفظ'' متبع سنت'' کہہ کر یہ بھی تعلیم دیدی کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف غلامی اور اتباع کی نسبت ہے نبوت اور رسالت کا یہاں کہاں احتمال ہے؟۔

یہ بات تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نیند کی حالت میں اگر کفریہ کلمات بھی سرزد ہو جائیں تو ان کلمات کی وجہ سے اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''تین شخصوں سے حکم مرفوع ہے، ایک سونے والا جب تک بیدار ہو (ابوداود شریف) سنیے نیند کی حالت کا نہ اسلام معتبر ہے نہ کفر نہ نکاح نہ طلاق، غرضیکہ

خواب کی بات پرتوکوئی حکم نہیں لگایاجاسکتااور بیدار ہوکرجو کلمات اس شخص سے سرزد ہوئے وہ خطاً بغیرارادہ کے سرزد ہوئے ۔ وہ خودکہتاہے کہ '' اب بیدارہوں خواب نہیں ، لیکن بے اختیارہوں مجبورہوں زبان اپنے قابومیں نہیں ''،جس شخص سے کلمات کفرخطاکے طورپر سرزدہوں اس کاحکم قرآن و حدیث اورفقہ کی روسے یہ ہے کہ بالاتفاق وہ کافرنہیں ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے :

ربنالاتؤاخذناان نسینااواخطأنا(پ۳)اے پروردگارہمارے اگر ہم سے بھول چوک ہوجائے اورکچھ خطاسرزدہوجائے توہم سے مؤاخذہ نہ فرمائیو۔

حدیث میں ہے :

رفع عن امتی الخطاء والنسیان(مشکوٰۃ)جس سے کلمہ کفرخطاًسرزدہوگیا یاکسی نے زبردستی اس سے کہلوالیاہواس کی تکفیرکسی کے نزدیک بھی نہیں کی جائے گی۔

اورفتاویٰ عالمگیریہ میں بحوالہ فتاویٰ قاضی خان نقل کیاہے :

الخاطی اذاجری علی لسانه کلمة الکفرخطأبان کان یریدان یتکلم بمالیس بکفرفجریٰ علی لسانه کلمة الکفرخطألم یکن ذٰلك کفرعندالکل۔ جبکہ خطاکے طورپرکلمہ کفرزبان سے نکل جائے اس طرح کہ کہناایسی بات چاہتاتھاجوکفرنہیں تھی اورنکل گیاکلمہ کفرخطاکے طورپرتویہ اتفاقاًموجب کفرنہیں ہے۔

قرآن وسنت اورفقہ کی ان عبارات سے ثابت ہے کہ اگرکسی کی زبان سے بغیرقصدواختیارکے کلمہ کفرنکل جائے (جیساکہ اس واقعہ خواب میں ہوا)تویہ ہرگز سبب کفرنہیں ہے۔اوراگربفرض محال یہ اس شخص کی غلطی تھی توجب اس پراس

نے خوب رو رو کر ندامت قلب کے ساتھ توبہ بھی کرلی تھی تو اس پر سرزنش کرنے کی کونسی بات باقی رہ گئی تھی ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی لکھتے ہیں کہ ''شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جدا ہیں''۔ (ملفوظات ج ا ص ۵۳)

خان صاحب کے ان الفاظ سے فیصلہ ہوگیا کہ اپنے اختیار سے کلمات کفر کہے تو اس کا حکم اور ہے وہ کافر ہوجائے گا، اور اگر کسی کی زبان سے بے اختیار مجبوری میں ایسا کلمہ کفر نکل گیا تو اس کا حکم اور یعنی اس کو ہرگز کافر نہیں کہا جاسکتا۔

اس میں ''اشرف علی رسول اللہ'' کہنے والے کی تعریف کے لیے کہاں کہا گیا ہے جیسا کہ اشتہار دینے والے نے لکھا ہے۔

اب رہی خواب کی تعبیر، اس کے متعلق مولانا فرماتے ہیں کہ ''بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور کی ہے تو وہاں اہل تعبیر کہیں گے کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف، پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی (یعنی دکھائی دینے کی) تعبیر اتباع سنت سے دی گئی اسی طرح بجائے اسم نبوی کے دوسرا اسم ملفوظ ہونے کی تعبیر اگر اسی اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آگیا''۔ (الامداد جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص ۱۹)

خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت ۔ یعنی اس کا ایک ظاہری پہلو ہوتا ہے ایک باطنی ۔ اگر کوئی خواب ظاہراً برا ہو تو ضروری نہیں کہ حقیقت میں بھی وہ برا ہو، برے خواب کی اچھی تعبیر بھی ہوسکتی ہے ، جیسا کہ ام فضل کا خواب گزرا ہے۔

لمحہ فکریہ

علماء دیوبند کی جن کتابوں کے حوالجات اس اشتہار زیر نظر میں پیش کر کے عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی تھی ہماری اس تحریر سے امید ہے کہ اب کوئی انصاف پسند اس دھوکہ میں نہیں آئے گا، ان تمام عبارات کا مطلب بالکل صاف اور بے غبار ہے اس لیے ہم بریلوی مکتب فکر کے تمام علماء اور عوام وخواص کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ ان پر انصاف سے غور کریں اور اتہام بازی، الزام تراشی سے باز رہیں۔ تحذیرالناس کی عبارت کے غلط معنیٰ کر کے مرزائیوں کی استاذی اور مرزائی نوازی کا حق ادا نہ کریں۔ سب سے یہ پہلے غلط مطلب مولوی احمد رضاخان بریلوی نے ص۱۴، ۲۸ اور ص۳ کی تین عبارتوں کو ملا کر اور مسلسل ایک عبارت بنا کر گھڑا تھا۔ (دیکھو حسام الحرمین)

مولوی احمد رضاخان صاحب سے یہ سبق سیکھ کر مرزائیوں نے بھی یہ کہنا شروع کردیا۔ علماء دیوبند بریلویوں اور مرزائیوں کو ہمیشہ اس کا جواب دیتے رہے ہیں، علماء دیوبند کی کتابیں اس پر گواہ ہیں۔ مگر یہ اسی غلط اتہام کو دہراتے رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی پیشی اور اس کی گرفت ومؤاخذہ سے خوف نہیں کرتے۔

پیر کرم شاہ صاحب کے مکتوب کا فوٹو تحذیرالناس کے شروع میں شائع ہوچکا ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ ''ختم نبوت کا یہ ہمہ گیر مفہوم جو مبدا اور قال ابتداء اور انتہا کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، اگر امت مرزائیہ کی علمی سطح سے بلند تر ہو تو اس میں کسی کا کیا قصور؟'' (مقدمہ تحذیرالناس ص۲۹)

خواجہ قمرالدین صاحب سیالوی کی تحریر ملاحظہ ہو ''میں نے بھی تحذیرالناس کو دیکھا، میں مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں، مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے، خاتم النبیین کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے جہاں

مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی ، قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ سمجھ لیا گیا ہے''۔ (مقدمہ تحذیرالناس ص ۲۳)

ختم نبوت کا یہ ہمہ گیر مفہوم جو ''تحذیرالناس'' میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اگر بقول پیرکرم شاہ صاحب ''امت مرزائیہ کی علمی سطح سے بلند تر'' ہوتا تو بھی اتنے افسوس کی بات نہ تھی مگر زیادہ قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ ''امت بریلویہ کی علمی سطح'' سے بھی یہ مفہوم بلند تر ہے اور نہ صرف یہ کہ بقول خواجہ قمرالدین سیالوی ''جہاں مولانا نانوتوی کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک (مولوی احمد رضاخان بریلوی وغیرہ) معترضین کی سمجھ نہیں گئی''۔ بلکہ مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی نے تلبیس اور خیانت کا لباس پہن کر مختلف مقامات سے مختلف جملے لے کر مسلسل عبارت بنا کر مولانا محمد قاسم نانوتوی پر انکار ختم نبوت کا الزام لگا دیا، اگر مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی تحذیرالناس کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو قادیانیوں کو تحذیرالناس سے استدلال کرنے کا وہم ہی نہیں ہو سکتا تھا، مولوی احمد رضاخان صاحب نے غلط معنیٰ بنا کر مرزائیوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ بریلویوں اور مرزائیوں کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ دونوں مل کر کبھی بھی تحذیرالناس میں انکار ختم نبوت کا یہ مضمون نہیں دکھلا سکتے۔ بلکہ اس کتاب میں ختم نبوت ذاتی اور ختم نبوت زمانی دونوں کو ثابت کیا گیا ہے۔ اسمبلی میں جب کبھی مرزائیوں نے تحذیرالناس کی عبارت کو اپنی دلیل میں پیش کیا ہے اسی وقت ان کو دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور ان کو منہ کی کھانی پڑی ہے۔ حافظ ظہور احمد صدیقی سیالوی جس نے یہ اشتہار دیا ہے وہ تو اس وقت پیدا ہی نہ ہوئے ہوں گے، جب سے علماء دیوبند مرزائیوں اور بریلویوں دونوں کو سمجھا رہے ہیں اور ان دونوں کا نوٹس لے رہے ہیں لیکن ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمہ آفتاب را چہ گناہ

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۲۶ /جمادی الاولیٰ :حضرت مدظلہم نے جامعہ عبد اللہ بن عمر لاہور میں ماہانہ اصلاحی درس ارشادفرمایا۔۲۸ :حضرت مدظلہم نے مدرسہ الیاسیہ کوٹ فرید سرگودھا میں دستار بندی کے پروگرام میں شرکت کی اور بیان فرمایا۔ ۲۹ :حضرت مدظلہم نے مدرسہ خالد بن ولید ساہیوال میں قرآن پاک کاآخری سبق پڑھاکر بیان فرمایا۔ ۳۰ :حضرت مدظلہم نے گوجرہ میں طلبہ کی دستار بندی کی تقریب سے بیان فرمایا۔

۱۰ /جمادی الاخریٰ جامعہ ھٰذا میں حضرت مولاناقاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہم نے حضرت صدر مدظلہم کے چھوٹے بھائی جناب قاری سید عبدالودود صاحب کے صاحبزادگان سید عبدالشہید و عبدالمقتدر ترمذی سلمہا کوقرآن پاک کاآخری سبق پڑھاکر دعاکرائی ۔۱۲ :حضرت مدظلہم نے مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں اختتام بخاری شریف کے موقع پرآخری حدیث کادرس ارشادفرمایااوردعاکرائی ۔۱۴ :حضرت مدظلہم نے جامعہ فاروقیہ راولپنڈی میں طلبہ اورعوام سے بیان فرمایا۔۱۵ :حضرت مدظلہم نے جمعہ کے موقع پرللیانی میں بیان فرمایاعصرکی نمازکے بعدہفتہ روزہ اصلاحی درس حضرت مولانااشرف علی صاحب مدظلہم نے ارشادفرمایا۔ ۱۹ :حضرت مدظلہم نے مدرسہ علوم شرعیہ جھنگ میں جلسہ عام سے بیان فرمایا۔ ۲۲ :حضرت مدظلہم نے جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی ۔۲۳ :حضرت مدظلہم نے جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں بعدنمازفجرسورۃ توبہ کی آخری آیات پردرس ارشادفرمایا۔ ۲۷ :حضرت مدظلہم نے جامعہ محمدیہ فیصل آباد میں بخاری شریف کی آخری حدیث

پردرس ارشاد فرمایا۔

یکم رجب المرجب : حضرت مدظلہم جامعہ فاروقیہ شیخوپورہ میں بخاری شریف کی آخری حدیث پردرس ارشادفرمایا۔ ۴ : جامعہ ھٰذامیں سجادہ نشین سیال شریف جناب حضرت خواجہ حمیدالدین صاحب سیالوی تشریف لائے ، کافی دیرحضرت مدظلہم سے محوگفتگورہے۔ حضرت مدظلہم نے حضرت خواجہ صاحب کوحضرت علامہ ظفراحمدعثمانی ، حضرت مفتی سیدعبدالشکورترمذی اوردیگراکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحریرفرمودہ عربی تفسیر ''احکام القرآن'' کاسیٹ ہدیہ میں پیش کیاجس پرانہوں نے بڑی ہی مسرت کااظہار فرمایا۔ ۲۲ : حضرت مدظلہم نے مدرسہ سراج العلوم سرگودھامیں بیان فرمایا۔ بعدمغرب اطلاع ملی کہ کراچی میں عارف باللہ حضرت اقدس حکیم محمداخترصاحب کاانتقال ہوگیاہے اناللہ واناالیہ راجعون۔ حق تعالیٰ حضرت کے درجات بلندفرمائیں آمین۔ ۲۸ : وفاق المدارس کے تحت ملک بھرمیں مدارس کے امتحانات کاسلسلہ شروع ہوا، جامعہ کے طلبہ وطالبات نے بھی اس امتحان میں شرکت کی اللہ تعالیٰ سب کوکامیابی سے ہمکنارفرمائیں۔

۲/شعبان المعظم : جامعہ میں غیروفاقی طلباء کاتقریری امتحان ہوا۔ ممتحنین حضرات نے مجموعی طورپرامتحان کوتسلی بخش قراردیا۔

کارروائی سالانہ جلسہ ۱۴۳۴ھ

حسب سابق اس سال بھی جامعہ حقانیہ کا۵۹واں سالانہ جلسہ اپنی روایتی آب وتاب کے ساتھ۴/شعبان المعظم کومنعقدہوا۔

پہلی نشست کاآغازجمعہ کے موقع پرجامع مسجدحقانیہ میں حضرت مولاناقاری محموداحمدصاحب کے بیان سے ہوا۔

دوسری نشست جوعصر کی نماز کے بعد جامعہ حقانیہ میں منعقد ہوئی اس میں حضرت ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب مدظلہم نے اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

تیسری نشست ۵/شعبان المعظم بروز ہفتہ بعد نماز ظہر ہوئی جس میں اولاً حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب عارفی مدظلہم نے بیان فرمایا۔ ان کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمن تونسوی دامت برکاتہم کا تفصیلی بیان ہوا۔

چوتھی اور آخری نشست کا آغاز عشاء کی نماز کے بعد جامعہ کے استاذ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ جس کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کا بیان ہوا۔ اس کے بعد مولانا مفتی طاہر مسعود صاحب مدظلہم نے جامعہ کا تعارف پیش فرمایا۔ پھر درجہ تخصص، دورۂ حدیث شریف، درجہ کتب اور درجہ حفظ کے طلباء کو اسناد تقسیم کی گئیں اور بعض اور فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی کی گئی اور حفاظ کرام کو رومال دیا گیا۔ بعدازں حضرت مولانا قاضی ظہور احمد صاحب دامت برکاتہم کا اصلاحی بیان ہوا۔ اور حضرت قاضی صاحب مدظلہم کی دعا پر یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس گلشن کو ہمیشہ یونہی لہلہاتا اور آباد رکھیں اور اس کے فیض کو عام اور تام فرمائیں، آمین ثم آمین۔